گیارہویں سالانہ اجلاس کی کارروائی

پاکستان میں سرمایہ دارانہ زراعت کی یلغار: کسان تحریکوں کی ذمہ داری

پاکستان کسان مزدور تحریک

رینیول سینٹر، لاہور

دسمبر، 2018

گیارہویں سالانہ اجلاس کی کارروائی

پاکستان میں سرمایہ دارانہ زراعت کی یلغار: کسان تحریکوں کی ذمہ داری

پاکستان کسان مزدور تحریک

رینیول سینٹر، لاہور

دسمبر، 2018

پاکستان کسان مزدور تحریک

روٹس فار ایکوٹی نے 2008 میں کسانوں کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات کے ادراک اور اس کی بنیاد پر کسانوں کو منظّم کرنے کے لیے ملک گیر سطح پر سیاسی تعلیمی پروگرام کا آغاز کیا۔ سیاسی تعلیمی آگہی کے اس پروگرام کا مقصد چھوٹے اور بے زمین کسانوں کو زراعت کے حوالے سے درپیش مسائل سے نمٹنے کے لیے ایک پلیٹ فارم پر منظّم کرنا تھا تاکہ ان کے مسائل کے حل کے لیے مشترکہ طور پر کوئی لائحہ عمل مرتب کیا جاسکے۔ اس منصوبے کے تحت کسان و مزدوروں کے حقوق، خوراک کی خودمختاری، پائیدار زراعت، موسمی اور صنفی انصاف کے موضوعات پر تفصیلی تربیتی پروگرام ترتیب دیئے گئے جس کے نتیجے میں کسانوں اور مزدوروں کی تنظیم پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) کا قیام عمل میں لایا گیا۔

پہلے مرحلے میں پروگرام کا آغاز ملک کے تین صوبوں (سندھ، پنجاب، خیبرپختونخوا) کے دو دو اضلاع سے کیا گیا، بعد ازاں چند سالوں کے لیے بلوچستان کو بھی اس عمل میں شامل کیا گیا اور ایک مرکزی کور گروپ تشکیل دیا گیا۔ سیاسی تعلیمی آگہی پروگرام کے دوسرے مرحلے میں صوبائی سطح پر تربیت کا آغاز کیا گیا جس کے نتیجے میں تمام صوبوں میں صوبائی کور گروپس کی تشکیل عمل میں آئی۔ صوبائی کور گروپ صوبے بھر میں کام کو پھیلانے کا ذمہ دار قرار پایا۔ آج پاکستان کسان مزدور تحریک ملک کے 16 اضلاع میں موجود ہے جہاں اس کے کارکن، کسانوں خاص طور پر بے زمین کسانوں کے ساتھ سیاسی شعور، عملی جدوجہد اور تحقیقی سرگرمیوں میں سرگرم عمل ہیں۔

2008 سے تحریک کا سالانہ اجلاس باقاعدگی سے منعقد ہورہا ہے۔ پی کے ایم ٹی کا پہلا سالانہ اجلاس پاکستان کسان سنگت کے نام سے 2008 میں لاہور میں منعقد ہوا جس میں چاروں صوبوں سے تقریباً 100 سے زائد کسانوں نے شرکت کی۔ 2009 میں اس اتحاد کے باقاعدہ نام پر ابتدائی بحث و مباحثہ کا آغاز کیا گیا اور 2010 کے سالانہ اجلاس میں متفقہ طور پر اس اتحاد کا نام ''پاکستان کسان مزدور تحریک'' طے پایا۔ اجلاس میں صوبوں سے ایک ایک صوبائی رابطہ کار کا چناؤ بھی عمل میں آیا۔ 2011 کے

سالانہ اجلاس میں مرکزی رابطہ کار کا چناؤ کیا گیا اور 2011 میں ہی پی کے ایم ٹی کے آئین پر کام کا آغاز ہوا جسے متفقہ طور پر 2012 میں منظور کیا گیا۔ آئین کے تحت ہر دو سال بعد مرکزی رابطہ کار، صوبائی رابطہ کار اور ضلعی رابطہ کار کا چناؤ عمل میں آتا ہے۔ موجودہ اشاعت میں گیارہویں سالانہ اجلاس، 2018 کا ایک جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ابتدائی تقریب

پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) کا گیارہواں سالانہ اجلاس 28، 29 دسمبر، 2018 کو رینیول سینٹر، لاہور میں ''پاکستان میں سرمایہ دارانہ زراعت کی یلغار: کسان تحریکوں کی ذمہ داری'' کے عنوان سے منعقد کیا گیا۔ اجلاس میں ملک بھر کے مختلف اضلاع سے پی کے ایم ٹی کے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں اور دیگر شعبہ جات سے وابستہ ارکان نے شرکت کی۔ اجلاس میں نظامت کے فرائض پی کے ایم ٹی، ملتان کے رکن ظہور جوئیہ نے ادا کیے۔

اجلاس کے آغاز میں پی کے ایم ٹی پکار تھیٹر گروپ کی جانب سے جدید اور سرمایہ دارانہ زراعت کے چھوٹے کسانوں پر پڑنے والے منفی اثرات، موسمی تبدیلی و بحران اور دیسی بیجوں کے تحفظ سے متعلق ایک ناٹک پیش کیا گیا۔ ناٹک میں چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں پر کارپوریٹ زراعت کے اثرات کی بھرپور منظر کشی کی گئی۔

تعارفی کلمات

الطاف حسین

پی کے ایم ٹی کے مرکزی رابطہ کار الطاف حسین نے اجلاس کے شرکاء کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ آج ہم اپنے عہد کی تجدید کررہے ہیں۔ جیسا کہ ناٹک میں بھی آپ نے دیکھا کس طرح جدید سرمایہ دارانہ زراعت کے نتیجے میں چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور ناصرف استحصال بلکہ اس نظام کی بدولت پیدا ہونے والے موسمی بحرانوں کا بھی شکار ہورہے ہیں۔ زمینوں کی منصفانہ اور مساویانہ تقسیم، اپنے بیج کا تحفظ، پائیدار زراعت اور خوراک کی خودمختاری صنفی اور ماحولیاتی انصاف کے لیے جدوجہد ہی ہماری تحریک کا پیغام ہے۔

امریکہ اور اس کے ہمنواؤں نے آئی ایم ایف (IMF) جیسے اداروں کے ذریعے تیسری دنیا کے ممالک کو غلام بنانے کے لیے قرض کے جال پھیلا دیے ہیں۔ اس کی ایک مثال مصر ہے جو 1990 کی دہائی میں خوراک و زراعت میں خودکفیل تھا اور گندم، کپاس، لوبیا وغیرہ پوری دنیا کو برآمد کرتا تھا۔ پھر عالمی بینک اور آئی ایم ایف نے مصر میں قدم رکھا، وہاں زرعی اصلاحات متعارف کیں اور آج مصر ایک مقروض ملک ہے اور وہاں کے کسان اپنے روایتی بیجوں سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔

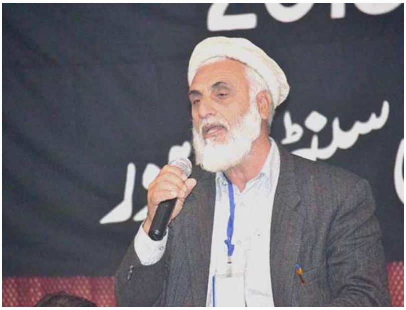

ساتھیو آج ہمارا بھی تقریباً یہی حال ہے، اب وقت ہے کہ ہم اپنے کسان و مزدوروں کو جگائیں، اپنا بیج بچائیں ورنہ ہماری نسلیں غلام بن جائیں گی۔ ہم نے ظلم پر مبنی مسلط کیے گئے اس نظام کو تبدیل کرنا ہے۔ یہ کام پی کے ایم ٹی کرسکتی ہے کیونکہ یہ تحریک رنگ،نسل، مذہب، زبان اور طبقات سے بالاتر چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کی ہے، ہم جدوجہد سے اس تحریک کو آگے لے کر جائیں گے اور بالآخر اپنی منزل پالیں گے۔

مرکزی خطاب

ڈاکٹر روبینہ سہگل

مہمان مقرر معروف دانشور ڈاکٹر روبینہ سہگل نے اپنے کلیدی خطاب میں پاکستان کے موجودہ حالات پر بات کرتے ہوئے کہا کہ آج کل تبدیلی کا نعرہ عروج پر ہے کہ نئی حکومت آئی ہے، اب سب ٹھیک ہو جائے گا، سب کو حقوق مل جائیں گے، سب کو انصاف ملے گا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن میرا تجزیہ ہے کہ پاکستان کی تمام سیاسی جماعتیں ایک خاص طبقہ کی نمائندہ ہیں جو اپنے مفادات سے ہٹ کر ہرگز ان نعروں پر عمل درآمد نہیں کرسکتیں کہ سب کو انصاف ملے، روزگار ملے، عوام کو حقوق ملیں، کیونکہ یہ تمام بڑی سیاسی جماعتیں

اسی طبقاتی نظام کا حصہ ہیں۔ پیپلز پارٹی جاگیردار طبقہ کی نمائندہ جماعت ہے مگر روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ بیچتی ہے، لیکن روٹی کپڑا اور مکان وہ صرف اپنے طبقے کو ہی دیتی ہے اور عوام کے موجودہ حالات سے یہ تو صاف ظاہر ہی ہے کہ عوام کو نعرے کے مطابق کتنی روٹی، کپڑا یا مکان فراہم کیا گیا ہے؟ پیپلز پارٹی کے مقابلے کے لیے مسلم لیگ ن بنائی گئی جو سڑکیں، پل، میٹرو، موٹر وے وغیرہ بنانے کا نعرہ بیچتی ہے اور سرمایہ دار طبقہ کی نمائندہ جماعت ہے۔ ان دونوں سیاسی جماعتوں نے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور طبقہ کو غربت سے نکالنے کے لیے اب تک کچھ نہیں کیا۔ اب ان دونوں ہی سیاسی جماعتوں کو کمزور کرنے کے لیے پاکستان تحریک انصاف بنائی گئی ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ چھوٹے اور درمیانے طبقہ کی جماعت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ مذہبی جماعتیں بھی بنائی گئیں۔ یہ تمام جماعتیں ہمیشہ فوج، عدلیہ اور دیگر اداروں کی مدد سے اقتدار میں آتی ہیں اور صرف حکمران طبقہ کے مفاد میں ہی کام کرتی ہیں۔ اس وقت بھی ہماری اسمبلیاں سرمایہ دار اور جاگیردار طبقہ سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ حکمران طبقہ سمجھتا ہے کہ پیسے کی طاقت سے ہر شئے خریدی جاسکتی ہے یہاں تک کہ ووٹ بھی۔

اب صورت حال یہ ہے کہ تبدیلی کا نعرہ لگانے والی جماعت کی اپنی حکومت ہوتے ہوئے بھی کچھ بھی تبدیل نہیں ہوا۔ نہ کسان کی حالت بدلی ہے نہ مزدوروں کی، نہ عورتوں کی اور نہ ہی اقلیتوں کے حالات میں کوئی تبدیلی آئی ہے کیونکہ حکمران طبقہ عوام کو تقسیم کرکے ہی حکومت کرتا ہے۔ انہیں مذہب، زبان، قومیت، فرقے کے نام پر لڑاتا ہے۔ ایسے قوانین بناتا ہے جس کی وجہ سے عوام آپس میں ایک نہیں ہوسکتے اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لسانی اور فرقہ وارانہ تفریق، توہین مذہب جیسے الزامات لگا کر ملک میں ایک دوسرے کو قتل کیا جاتا ہے۔ یہ حکمران طبقہ اسمبلیوں میں کبھی ایسے قوانین نہیں بناتا جن کی مدد سے بڑے جاگیرداروں سرمایہ داروں پر ٹیکس لگایا جائے کیونکہ اسمبلیوں میں یہی بڑے جاگیردار سرمایہ دار قابض

ہیں۔ تحریک انصاف کہتی ہے کہ وہ متوسط طبقے کی جماعت ہے، مگر ایسا نہیں ہے۔ شاہ محمود قریشی، جہانگیر ترین کون ہیں؟ یہ جماعت بھی بڑے بڑے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی جماعت ہے جس کے پاس عوام کے لیے کچھ نہیں ہے۔

جو تبدیلی اس وقت آرہی ہے وہ یہ ہے کہ حکومت قرضہ لینے کے لیے آئی ایم ایف کے پاس جارہی ہے جس سے مزید مہنگائی کا طوفان آنے والا ہے۔ روپے کی قدر میں کمی کی جارہی ہے، مراعات مزید ختم کی جائیں گی، غریب طبقہ کے لیے ملازمتیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ 50 لاکھ مکان اور ایک کروڑ نوکریوں کا نعرہ تو ناممکن ہی نظر آتا ہے۔ عالمی بینک اور آئی ایم ایف ہمیں قرض دے کر مزید جکڑ رہے ہیں جو نوآبادیاتی نظام کی ہی ایک نئی شکل ہے۔ ان اداروں سے لیے گئے یہ قرضے عوام کی فلاح کے لیے خرچ نہیں ہوں گے بلکہ اسلحہ کی خریداری اور دیگر غیر ضروری مقاصد پر خرچ ہوں گے۔ تحریک انصاف اور اس جیسی کوئی بھی جماعت اس ملک میں حقیقی تبدیلی نہیں لاسکتی، ایسی تمام سیاسی جماعتیں صرف عوام کو دھوکہ ہی دے سکتی ہیں۔ تبدیلی صرف عوام سے آئے گی، تبدیلی آپ جیسے چھوٹے کسان مزدوروں کی جدوجہد سے آئے گی، اس جدوجہد سے آئے گی جو پی کے ایم ٹی کررہی ہے۔ تبدیلی تب آئی گی جب نجی ملکیت کا خاتمہ اور زمینوں کا بٹوارہ ہوگا، جب کارخانے اجتماعی ملکیت میں ہوں گے، جب جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کا خاتمہ ہوگا تب حقیقی تبدیلی اور خوشحالی آئے گی۔

مرکزی خطاب

ڈاکٹر مبارک علی

مہمان مقرر، ممتاز تاریخ دان ڈاکٹر مبارک علی نے تاریخ میں کسانوں کے کردار کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ ہم تاریخ کو مختلف ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ ابتدائی دور کو شکار کے ذریعے خوراک کے حصول کا زمانہ کہتے ہیں جو تقریباً 10 لاکھ سالوں پر محیط تھا۔ اس دور میں انسان خانہ بدوشی کی حالت میں رہتے تھے، کوئی جائیداد یا نجی ملکیت نہیں تھی، امیر و غریب اور مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں تھی۔ اس

زمانے میں انسان تقریباً تین گھنٹے کی مشقت سے خوراک تلاش کر لیتے تھے اور باقی وقت تفریح کرتے، گانا بجانا کرتے اور دنیا سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ یہ دور انسانی تاریخ کا وہ سنہری دور تھا جس کی وجہ سے آج بھی انسان مساوات یعنی برابری، عورت اور مرد کے درمیان فرق کو ختم کرنے کا حامی ہے۔ اس سنہری دور کو پھر سے واپس لانے کے لیے آج بھی تحریکیں چل رہی ہیں۔

تقریباً 10 لاکھ سالوں پر محیط اس دور کے بعد کھیتی باڑی کا دور آیا اور کسان طبقہ وجود میں آیا۔ کھیتی باڑی کے لیے اوزار اور آلات بھی بننا شروع ہوئے اور مویشی پالنے کا آغاز بھی ہوا۔ پہلے انسان شکار سے خوراک حاصل کر لیتا تھا، اس دور میں اس نے کھیتی باڑی کے ذریعے خوراک حاصل کرنا شروع کی اور اسے محفوظ کرنا بھی شروع کیا۔ اسی کھیتی باڑی کے دور نے انسانی معاشرے کو بھی تبدیل کیا کیونکہ اس زمانے میں بستیاں آباد ہوگئی تھیں۔ تمام لوگ کھیتی باڑی نہیں کرتے تھے۔ کچھ لوگ مویشی پالتے تھے اور کچھ خانہ بدوش بھی تھے۔ خانہ بدوش بستیوں پر حملہ کر کے محفوظ کی گئی خوراک لوٹ لیتے تھے، اسی لیے کسانوں نے اپنی حفاظت کے لیے محافظوں کا ایک گروہ تیار کیا جسے معاوضہ میں کسان اپنی پیداوار سے ایک حصہ دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اچھی فصل کے لیے بہتر موسم اور آب و ہوا کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اسی لیے دیوی دیوتاؤں کا تصور بھی وجود میں آیا۔ اچھے موسم کے لیے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی غرض سے کچھ افراد مقرر کیے گئے، انہیں بھی فصل میں سے حصہ دیا جاتا تھا۔ اس طرح محافظ اور مذہبی طبقہ پیدا ہوا جو غیر پیداواری طبقہ تھا۔ اوزاروں اور آلات کی پیداوار کے لیے کاریگروں کا طبقہ پیدا ہوا جو کانسی، لوہے وغیرہ سے اوزار بناتے تھے۔ اس طبقہ کا انحصار بھی کسانوں کی پیداوار پر ہی تھا۔ اس طرح معاشرے کی تشکیل اور تہذیب و ترقی میں کسانوں کا انتہائی اہم کردار رہا ہے۔

محافظوں کے پاس چونکہ ہتھیار تھے تو انھوں نے کسانوں کا استحصال شروع کردیا۔ محافظ کسانوں

سے زیادہ پیداوار مانگنے لگے اور کسانوں کے پاس پیداوار کا اتنا ہی حصہ چھوڑتے تھے جس سے بمشکل ان کا گزارہ ہوتا تھا۔ یہاں سے امراء، فوج، افسر شاہی وغیرہ کا طبقہ وجود میں آیا جس نے کسانوں پر ظالمانہ ٹیکس عائد کیے۔ اس دور سے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کسانوں کی بغاوتیں شروع ہوتی ہیں مگر زیادہ تر بغاوتیں ناکام ثابت ہوئیں۔ یہ بغاوتیں اس لیے ناکام ہوئیں کیونکہ کسانوں کے پاس ہتھیار نہیں ہوتے تھے۔ ہتھیار صرف بادشاہوں، محافظوں اور جاگیرداروں کے پاس ہوتے تھے جو اپنی طاقت کی بنا پر کسانوں کی بغاوتوں کو کچلتے رہے۔ ناانصافی، ظلم اور استحصال کے خلاف ہونے والی کسانوں کی زیادہ تر بغاوتیں چین میں ہوئی ہیں جن میں سے کچھ کامیاب بھی ہوئیں۔ لیکن جب بغاوتیں کامیاب ہوئیں تو اس کے سربراہوں نے اسی طرح حکمرانی کی جس طرح بادشاہ یا جاگیردار کیا کرتے تھے۔ ان سربراہوں نے بھی کسانوں کے لیے کچھ نہیں کیا سوائے خود اور اپنے خاندان کو فائدہ پہنچانے کے۔ یوں کسانوں کی یہ مزاحمت ضائع ہوئی۔ یورپ میں بھی کسانوں کی بغاوتیں ہوئیں۔ لندن میں کسانوں نے امراء کے محلات، ان کا سامان یہاں تک کہ پورے شہر پر قبضہ کرلیا، مگر کسان سمجھتے تھے کہ بادشاہ ہی ان کے مسائل حل کرے گا۔ بادشاہ نے کسانوں سے وعدہ کیا کہ ان کے مطالبات پورے کیے جائیں گے۔ لیکن دوسرے دن بادشاہ پوری تیاری سے آیا، کسان رہنماؤں کو قتل کردیا گیا اور عام کسانوں کا بھی قتل عام ہوا۔ یوں کسانوں کی یہ بغاوت بھی ناکام ہوگئی۔ اسی طرح 1532 میں جرمنی میں کسانوں کی بڑی بغاوت ہوئی جس میں کسانوں نے ظالم جاگیرداروں اور امراء کے محلات پر ناصرف قبضہ کیا بلکہ اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کی بنا پر انہیں قتل بھی کیا۔ کسانوں کی اس بغاوت سے جرمنی کے حکمران بہت خوف زدہ ہوئے لیکن کسان تحریک کا رہنما ہی جرمن حکمرانوں کے ساتھ مل گیا۔ اس نے کہا کہ ''کسان بڑے ظالم اور بدمعاش ہیں، انہیں ختم کردینا چاہیے، انہیں کچل دینا چاہیے''۔ اس طرح سب حکمرانوں نے مل کر کسانوں کی اس بغاوت کو بھی کچل دیا۔ 1789 میں انقلاب فرانس میں کسانوں کی بڑی بغاوت ہوئی جس کے نتیجے میں دیہات میں کسانوں نے جاگیرداروں کے محلات کو سامان سمیت جلا ڈالا۔ یہاں سے فرانس میں جاگیرداری نظام کا خاتمہ ہوا اور ایک قومی ریاست قائم ہوئی جس میں کسانوں کو بھی حصہ دیا گیا۔ یہ ایک سیکولر ریاست تھی

جس میں تمام اداروں کو بھی قومیالیا گیا۔ اس قومی ریاست کا فرانس سمیت پورے یورپ پر گہرا اثر ہوا۔

ہندوستان میں بھی کسانوں کی بغاوتیں ہوئیں مگر زیادہ مئوثر نہ ہوسکیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں ذات پات کا نظام بہت سخت تھا جس کی گرفت سے نکلنا بہت مشکل تھا۔ ان میں ایک ذات ایسی بھی تھی جسے بہت حقیر سمجھا جاتا تھا، اس ذات کے لوگوں کو شہر میں نہیں آنے دیا جاتا تھا۔ اگر انہیں آنا بھی پڑے تو وہ اپنے ہاتھ میں ایک برتن رکھتے تھے جس میں تھوکتے تھے اور ایک جھاڑو بھی جس سے وہ زمین کو صاف کرتے جاتے تھے۔ ایسا آج تک ہورہا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں بہت کم بغاوتیں ہوئیں اور جو ہوئیں بھی تو وہ ناکام ہوئیں۔مغل دور میں کسانوں نے بغاوت کی تو کسی نے بادشاہ جہانگیر کو کہا کہ کسانوں نے بغاوت کردی ہے، جس پر اس نے کہا کہ ''کیا کسان بھی بغاوت کرتے ہیں؟'' یعنی بادشاہ سمجھتا تھا کہ بغاوت بھی ایک اعلیٰ کام ہے جو صرف امراء ہی کرسکتے ہیں کسان نہیں۔

بھارت اور پاکستان میں کمیونسٹ جماعتیں یا بائیں بازو کی جماعتیں بنیں تو ان کی توجہ مزدوروں کی طرف تو تھی لیکن کسانوں کی طرف نہیں تھی۔ یہ جماعتیں سمجھتی تھیں کہ انقلاب کسان نہیں صرف مزدور ہی لاسکتے ہیں۔ کسانوں کی طرف جس رہنما نے توجہ دی وہ چین میں ماؤزے تنگ تھے جنہوں نے کسانوں کے ذریعے انقلاب برپا کیا اور ثابت کیا کہ صرف مزدور ہی انقلاب نہیں لاسکتے بلکہ ہر مظلوم طبقہ انقلاب لاسکتا ہے۔ اسی لیے پاکستان میں بھی بائیں بازو کے ساتھیوں نے کسانوں کی طرف بھی توجہ دینا شروع کیا۔ اس مقصد کے لیے ہشت نگر، چارسدہ میں کسانوں کی بڑی کانفرنس ہوئی جس میں پورے ملک سے کسان جمع ہوئے، یہ ایک انقلابی کانفرنس تھی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ کسانوں کی تحریکیں کمزور ہونا شروع ہوئیں اور سیاسی جماعتوں نے ان کی جگہ لے لی جو کسی بھی طرح کسانوں کے حقوق کے لیے کام نہیں کررہی ہیں، یہ سیاسی جماعتیں جاگیردار و سرمایہ دار طبقے کی نمائندگی کرتی ہیں۔

یہ کہا جاتا ہے کہ تبدیلی کے دو راستے ہیں۔ ایک اصلاحات کے ذریعے معاشرے کو تبدیل کیا جاسکتا ہے، جس میں حکمران طبقہ محروم طبقے کو حقوق اور مراعات دیدے تو تبدیلی آسکتی ہے جس کے فلحال دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے، کیوں کہ حکمران طبقہ کسی صورت اپنی مراعات چھوڑنے پر راضی نہیں ہے، دوسرا انقلاب کا راستہ ہے جس کے لیے کسانوں، مزدوروں اور محروم طبقات کا متحد ہونا ضروری ہے۔

پی کے ایم ٹی ایوارڈ

ڈاکٹر روبینہ سہگل اور پی کے ایم ٹی کے مرکزی رابطہ کار الطاف حسین
ڈاکٹر مبارک علی کو پہلا پی کے ایم ٹی ایوارڈ دے رہے ہیں۔

نوٹ: پی کے ایم ٹی مرکزی کور گروپ کے فیصلہ کے تحت ایسے افراد جن کی زندگی عوامی خدمات و جدوجہد، تاریخ کی تنقیدی اور حقیقی پہلو اجاگر کرنے، جس کے نتیجے میں عوامی شعور کی بیداری اور جدوجہد کی راہیں ہموار ہوئیں کے اعتراف میں خراج تحسین ایوارڈ کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں پہلا پی کے ایم ٹی ایوارڈ ڈاکٹر مبارک علی کو 2013 کے سالانہ اجلاس میں دیا گیا۔ ڈاکٹر مبارک علی اس تقریب میں خرابی صحت کے سبب شرکت نہیں کرسکے تھے، اس وقت ان کا ایوارڈ ڈاکٹر روبینہ سہگل نے حاصل کیا تھا۔ 2018 کے گیارہویں سالانہ اجلاس میں ڈاکٹر مبارک علی کی شرکت کے سبب پہلا پی کے ایم ٹی ایوارڈ کی شیلڈ انہیں دی گئی۔

پہلا سیشن:

بدلتا ہوا عالمی منظر نامہ اور پی کے ایم ٹی کا نکتہ نظر

دنیا کے بدلتے ہوئے سیاسی اور معاشی حالات

عذرا طلعت سعید

روٹس فار ایکوٹی کی عذرا طلعت سعید نے بدلتے ہوئے عالمی سیاسی و معاشی حالات پر بات کرتے ہوئے کہا کہ جب پی کے ایم ٹی کا قیام عمل میں آیا، وہ زمانہ عالمگیریت کا زمانہ تھا۔ 1995 سے 2015 تک ہم نے نئی طرز معیشت دیکھی ہے اور آج دنیا میں بڑی تبدیلی آ چکی ہے۔ کسان مزدور تحریک ہونے کے ناتے ہمارا فرض ہے کہ ہم عالمی معاشی، سیاسی حالات کو سمجھیں کیونکہ اس کے بغیر مستقبل کے لیے مزاحمتی راہیں تلاش کرنا ممکن نہیں۔ سوچ سمجھ کر سیاسی فیصلہ سازی کے بغیر کسان مزدور مقاصد کا حصول ناممکن ہے۔

1947 میں جب سرد جنگ کا آغاز ہوا، اس وقت دنیا میں دو بڑی طاقتیں تھی۔ ایک طاقت سرمایہ دار ممالک تھے جن میں امریکہ، جاپان اور یورپی ممالک شامل تھے، دوسری طاقت اشتراکی نظام پر یقین رکھتی تھی جن میں چین اور روس شامل تھے۔ سرمایہ دارانہ نظام منافع کی بنیاد پر قائم ہے جس میں سرمایہ دار مزدوروں کا استحصال کر کے منافع کماتا ہے۔ اس نظام میں طبقات پائے جاتے ہیں جیسے مزدور اور سرمایہ دار طبقہ۔ جبکہ اشتراکیت ایک مختلف سوچ ہے جو اس طبقاتی نظام کے خاتمے کے لیے کھڑی کی گئی تا کہ مزدور اور محنت کش طبقے کا بول بالا ہو۔ 1990 کے بعد روس بکھر گیا،

اشتراکیت کا زوال شروع ہوا اور سرمایہ دارانہ نظام مضبوط ہوگیا، اس کے بعد عالمگیریت کا دور شروع ہوا اور بڑے بڑے سرمایہ دار اور صنعتی ممالک مزید مضبوط ہو کر سامنے آئے جن میں امریکہ، جاپان، کینیڈا، برطانیہ، جرمنی، اٹلی، فرانس وغیرہ شامل ہیں۔ ان سرمایہ دار ممالک میں اب روس اور چین بھی شامل ہوگئے ہیں جو پہلے اشتراکیت پر یقین رکھتے تھے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی مضبوطی کے بعد ہماری حکومتوں نے عوام کو زرتلافی، مراعات، روزگار، مفت تعلیم، علاج اور دیگر سہولیات کی فراہمی بند کرنا شروع کردی۔ اس دور کو

کا دور کہتے ہیں جس میں حکومت کی جانب سے عوام کو بنیادی ضروریات کی فراہمی کم کرتے ہوئے یکسر ختم کردی جاتی ہیں اور مہنگائی، بے روزگاری اور غربت میں اضافہ ہوتا ہے۔

آج پاکستان کی وہ بدقسمت عوام ہے جو کہ ایک ہی وقت میں دو سامراجی قوتوں کے درمیان پس رہی ہے۔ پاکستان میں چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) منصوبے کے آغاز سے امریکی سامراج کے علاوہ چینی سامراج کے دور کا بھی آغاز ہوا۔ اب امریکہ واحد طاقت نہیں، چین اور روس بھی سامراجی طاقت بن کر ہمارے سامنے آگئے ہیں جو مکمل طور پر سرمایہ داری نظام پر یقین رکھتے ہیں۔ یعنی دنیا میں استحصال کرنے والی سامراجی طاقتیں کئی ہوگئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اب دنیا میں جنگی حالات بڑھتے جارہے ہیں۔ امریکہ اور چین کے درمیان شدید تجارتی جنگ جاری ہے، امریکہ نے چینی مصنوعات پر بڑے پیمانے پر ٹیکس عائد کردیے ہیں۔ اس کے علاوہ سیاسی جنگ بھی جاری ہے۔ جنوبی چینی سمندر (ساؤتھ چائنا سی) پر امریکہ کی نظر ہے جو اس حصے پر اختیار حاصل کرنا چاہتا ہے، اس سمندری راستے کے ذریعے چین بڑے پیمانے پر دنیا بھر سے تجارت کرتا ہے۔ خیال یہ ہے کہ چین تجارت کے لیے صرف ساؤتھ چائنا سی پر انحصار نہیں کرنا چاہتا اور اسی وجہ سے سی پیک منصوبے کے تحت گوادر بندرگاہ کو اپنی تجارتی ضروریات کے لیے استعمال کرے گا۔

سی پیک منصوبے کے تحت تین راستے ہمارے ملک سے گزر رہے ہیں۔ اس منصوبے سے جڑے شاہراؤں کی تعمیر اور دیگر منصوبوں سے متعلقہ کسان و دیہی آبادیاں بہت تنگ ہیں، جن کی زمینیں کوڑیوں کے مول حکومت زبردستی حاصل کررہی ہے۔ ان علاقوں میں چینی کمپنیوں کے لیے کام کرنے والے چینی باشندوں کے کیمپ لگے ہوئے ہیں، حتیٰ کہ چین کے قیدی بھی پاکستان میں ان منصوبوں پر کام

کررہے ہیں۔ پاکستان کے ہر شعبہ میں چین کا قبضہ ہوتا جارہا ہے۔ آج ہم چین کو دوست کہہ رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ چین سے ہمارے مراسم کئی دہائیوں سے ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ 21 ویں صدی میں چین سے ہماری دوستی سامراجی رنگ لیے ہوئے ہیں۔ چین کو ہمارے وسائل درکار ہیں، اسے ہمارا خام مال چاہیے، ہماری بندرگاہیں چاہیے۔ چین بڑے پیمانے پر تھرپارکر میں کوئلے کی کانوں پر قابض ہے جس پر حق تھرپارکر کے مقامی لوگوں کا ہے۔ اسی طرح بلوچستان سے نکلنے والی معدنیات پر بھی بلوچوں کا ہی حق ہے۔ یہ سوال کوئی نہیں اٹھارہا کہ ہمارے قدرتی وسائل اور ہماری زمینیں چین کو کیوں دی جارہی ہیں؟

سی پیک منصوبوں کے تناظر میں ہی اب پاکستان میں عورتوں کو باقائدہ مزدور کا درجہ دینے اور انہیں آگے لانے کی بات ہورہی ہے، یعنی مزدور عورتیں چینی منصوبوں پر کام کریں گی جو کمپنیوں کے لیے منافع بخش عمل ہے کیونکہ ملک میں عورتوں کو اجرت مرد کے مقابلے میں کم دی جاتی ہے۔ چین پاکستان میں کئی خصوصی اقتصادی زون قائم کررہا ہے جہاں بڑے پیمانے پر مصنوعات تیار کی جائیں گی، جیسے کہ شمسی توانائی کے پینل وغیرہ۔ خیال ہے کہ یہ تمام اشیاء چین برآمد کرے گا اور ان صنعتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو کم معاوضہ دے کر خوب منافع کمائے گا۔

اگر ہم اب بھی مذہب، رنگ، نسل، زبان کی سیاست سے باہر نہ نکلے تو یہ سرمایہ دار اور استحصالی قوتیں کامیاب ہو جائیں گی۔ اس لیے آپس میں تفریق نہ کریں، ملک بھر کے کسان مزدور ایک ہیں۔ مزدور طبقے کی سیاست کو سمجھیں، منظّم ہو جائیں اور اپنی زمین پر اپنا حق لینے کے لیے اپنی جدوجہد کو مضبوط کریں، ہم کسان مزدور اکثریت میں ہیں، اگر ہم متحد ہو جائیں تو بڑے بڑے دشمن کا بھی مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

پاکستانی معیشت کی تباہی اور اس کے اثرات

طارق محمود

پی کے ایم ٹی خیبر پختونخوا کے رکن طارق محمود نے پاکستانی معیشت پر بات کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی مجموعی قومی پیداوار میں زراعت کا حصہ 21 فیصد ہے جس میں چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور کام کرتے

ہیں۔ زرعی شعبہ سے وابستہ ان کسان مزدوروں کا تناسب 45 فیصد ہے۔ اس کے بعد بڑا حصہ صنعت کا ہے جس میں مزدور کام کرتے ہیں۔ جبکہ سروس سیکٹر یعنی خدمات کے شعبہ میں کام کرنے والوں کا تناسب 35 فیصد ہے۔ بجٹ میں عوامی عمومی اخراجات کا تخمینہ تقریباً5,000 ارب روپے ہے جس میں سے کسانوں اور زرعی شعبہ کے لیے صرف 82 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں حالانکہ زرعی شعبہ آمدنی کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ اگر درآمدات و برآمدات دیکھیں تو ہم 25 بلین ڈالر کی اشیاء بیرون ملک فروخت کرتے ہیں جبکہ 56 بلین ڈالر کی اشیاء بیرونی ممالک سے درآمد کرتے ہیں جس کا آدھا حصہ زرعی مداخل یعنی بیج، کھاد اور زرعی زہر وغیرہ ہیں۔ درآمدات و برآمدات کا یہ فرق تجارتی خسارے کا باعث ہے۔

موجودہ حکومت کی ترجیحات پر مزید بات کریں تو حکومت نے ابتدائی 100 دنوں میں بہت کچھ کرنے کے دعوے کیے تھے۔ سب سے پہلے معیشت کی بحالی کا وعدہ کیا گیا اور ایک کروڑ ملازمتیں دینے کی بات ہوئی۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ نعرے قابل عمل ہیں یا نہیں۔ اگر حکومت ایک دن میں 5,000 سے زیادہ ملازمتیں فراہم کرے تو وہ پانچ سالوں میں ایک کروڑ نوکریاں دے سکتی ہے۔ اسی طرح حکومت نے 50 لاکھ گھر بنانے کا دعوی کیا جس کے لیے 180 بلین ڈالر سرمائے کی ضرورت ہوگی اور اگر روزانہ 2,777 گھر بنائے جائیں تو یہ ہدف پورا کیا جاسکتا ہے، لیکن اس منصوبے پر خرچ ہونے والی رقم کہاں سے آئے گی اس کا اب تک کچھ پتا نہیں۔ اب اگر حکومت کی طرف سے بنائے گئے گھروں اور فراہم کی جانے والی ملازمتوں کو شمار کرلیا جائے تو ان دعوؤں کی حقیقت آپ کے سامنے آجائے گی۔ زرعی شعبہ میں

حکومت نے مراعات فراہم کرنے کا اعلان بھی کیا جس پر کوئی عمل درآمد نہیں ہوا۔ اس کے برعکس حکومت نے انڈے اور مرغی پالنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ کسانوں کو قرضہ دیا جائے گا جس سے وہ مویشیوں کے کٹے (بچے) پالیں تاکہ زراعت ترقی کرے وغیرہ وغیرہ۔

حکومت کے پیش کردہ بجٹ میں کہا گیا ہے کہ 800 ارب روپے کا خسارہ پورا کرنے کے لیے

حکومت 1,200 ارب روپے قرض لے گی۔ آئی ایم ایف سے قرض کے لیے رجوع کیا جائے گا اور ملک کو اس کی شرائط کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آئی ایم ایف نے اس قرض کے بدلے کئی سخت شرائط عائد کی ہیں مثلاً صوبوں کو دی جانے والی رقم (نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ) میں کمی کی جائے۔ اس حکومتی حکمت عملی سے خدشہ ہے کہ ملک میں افراتفری پیدا ہوگی اور وفاق کے ساتھ صوبوں کی محاذ آرائی شروع ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ حکومت نجکاری کے عمل کو مزید بڑھائے گی۔ ان تمام تر حکومتی پالیسیوں سے یقیناً ملک میں مہنگائی اور بے روزگاری کا طوفان آئے گا۔

حکومت نے دعویٰ کیا ہے کہ سماجی خدمات میں انقلاب آئے گا، آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کیا انقلاب آیا ہے۔ ہمارا کسان منڈی میں ایک من گندم 1,100 روپے میں فروخت کرنے پر مجبور ہے جبکہ گندم کی پیداواری لاگت کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ آئی ایم ایف سے لیے جانے والے قرضے کے عوام خصوصاً مزدوروں اور کسانوں پر بہت گہرے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس ناانصافی، استحصال کا صرف ایک حل ہے، منظّم جدوجہد کے ذریعے اس جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ اور کسانوں میں زمین کی منصفانہ اور مساویانہ تقسیم، جس سے ناصرف کسان مزدور اور عوام خودمختار ہوں گے بلکہ ملک بھی معاشی طور پر خودمختار اور خوشحال ہوگا۔

سی پیک اور دیگر بڑے منصوبوں کے عوام پر اثرات

راجہ مجیب

پی کے ایم ٹی، ضلع گھوٹکی کے رکن راجہ مجیب نے سی پیک اور دیگر منصوبوں کے کسان مزدور آبادیوں پر پڑنے والے اثرات پر بات کرتے ہوئے کہا کہ اس منصوبے سے فائدہ اٹھانے والے اس کے حق میں بہت سی باتیں کرتے ہیں۔ حکومتی دستاویزات کے مطابق تو اس منصوبے سے کسانوں کی بہت ترقی ہوگی، کسان خوشحال ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ جیسے کہ 1960 کی دہائی میں سبز انقلاب کو متعارف کرواتے ہوئے دعوی کیا گیا تھا۔ لیکن ان دعوؤں کے برعکس چھوٹے اور بے زمین کسانوں کو سبز انقلاب سے بہت

نقصان ہوا اور کسان زرعی کمپنیوں کے محتاج ہو گئے۔

پاکستان کی تقریباً 60 فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے جن میں اکثریت چھوٹے اور بے زمین کسانوں کی ہے۔ یہ لوگ صرف کھیتی باڑی کرنا جانتے ہیں، یہی ان کا روزگار بھی ہے اور خوراک کے حصول کا ذریعہ بھی۔ سی پیک اور دیگر ترقیاتی، پیداواری منصوبوں کے لیے ملک بھر میں کسانوں سے زمین حاصل کی گئی ہے۔ صرف ملتان تا سکھر موٹر وے کے لیے ہی تقریباً 1,000 ایکڑ سے زیادہ زرعی زمین حاصل کی گئی ہے جبکہ سروس اسٹیشن اور بالائی گزرگاہوں (انٹرچینج) کی تعمیر اس کے علاوہ ہے۔ اس منصوبے کے لیے حاصل کردہ زیادہ تر زمین زرعی اور زرخیز تھی۔ ان حقائق سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب اس طرح کے تین راستے گلگت سے گوادر تک تعمیر کیے جائیں گے تو کتنے بڑے پیمانے پر زرعی زمین کسانوں سے چھینی یا حاصل کی جائے گی۔

ساہیوال میں کوئلے سے چلنے والا بجلی گھر تعمیر کیا گیا ہے۔ حطار، ہری پور میں خصوصی اقتصادی زون تعمیر کیا جارہا ہے۔ ان دونوں منصوبوں کے لیے بھی ہزاروں ایکڑ زمین کسانوں سے لی گئی جو زرخیز زرعی زمین تھی۔ اسی طرح تھرپارکر، سندھ میں کوئلہ نکالنے کے عمل میں جو زیرِ زمین پانی نکل رہا ہے اسے ذخیرہ کرنے کے لیے ڈیم بنایا جارہا ہے۔ اس ڈیم کی تعمیر کے لیے بھی ہزاروں ایکڑ زمین لی گئی ہے جس کے خلاف مقامی لوگ آج تک احتجاج کررہے ہیں۔ سی پیک منصوبوں کے لیے ملک بھر میں جتنی بھی زمین حاصل کی گئی اس کی قیمت منڈی کے نرخوں سے بہت کم دی گئی اور متاثرین کو معاوضہ دینے کا عمل بھی بہت مشکل بنایا گیا۔ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ سی پیک کے تحت جاری یہ منصوبے جب مکمل ہوں گے اور جو صنعتیں قائم ہوں گی ان میں زیادہ تر چین کے اپنے مزدور کام کریں گے، جن کی تیار کردہ مصنوعات ملک بھر میں فروخت ہوں گی، بڑے پیمانے پر آلودگی بڑھے گی اور ہمارے مقامی وسائل کا بے دریغ استحصال ہوگا۔

شرکاء کے اہم سوالات اور ان کے جوابات

سوال: سی پیک کی وجہ سے جو زمینی قبضہ ہوا ہے، اس کے لیے ہم کیا کرسکتے ہیں؟

عذرا طلعت سعید: جب حکومت کی جانب سے زمین لی جائے تو اسی وقت تمام لوگ آپس میں اتحاد کریں اور اپنی زمین دینے سے انکار کردیں۔ زمینی قبضے سے متعلق یہ آگاہی تمام لوگوں اور آبادیوں تک پہنچائیں اور زمینی قبضے کے خلاف آپس میں اتفاق پیدا کریں۔ اگر مسئلہ حل نہ بھی ہوا تو عوامی مزاحمت کے نتیجے میں بات آگے بڑھے گی اور ظالم کو پتا چلے گا کہ کوئی اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والا ہے۔

سوال: بجٹ خسارہ پورا کرنے کے لیے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور چین سے کئی بلین ڈالر پاکستان کو ملے ہیں، اس کے باوجود پاکستان قرض لینے کے لیے آئی ایم ایف کے پاس کیوں جارہا ہے؟

طارق محمود: سعوی عرب نے جو رقم پاکستان کو دی ہے وہ صرف بینک میں رکھ کر زرمبادلہ کے ذخائر کو مستحکم کرنے کے لیے ہے، پاکستان اسے خرچ نہیں کرسکتا اس لیے آئی ایم ایف سے رجوع کرنا پڑا۔

عذرا طلعت سعید: موجودہ حالات میں بظاہر یہی لگتا ہے کہ سعودی عرب نے امریکہ کے کہنے پر پاکستان کو قرضہ دیا تاکہ پاکستان چین سے قرض نہ لے اور امریکہ کا تابعدار رہے، چین اور امریکہ دونوں کو پاکستان کے وسائل، منڈی اور اس کے مزدور چاہیے، قرض اس منڈی کے حصول کے لیے ایک ہتھیار بھی ہے۔

سوال: ملکی معیشت کی بحالی کے لیے پاکستان کے پاس کیا حل ہے؟

طارق محمود: گزشتہ 70 سالوں سے معیشت بدحالی کا شکار ہے، اس کا حل صرف کسان مزدوروں کی حکومت اور زمینوں کا بٹوارہ ہے۔ اس وقت یہاں ایسی جمہوریت قائم ہے جس میں اقلیتی طبقہ حکمران ہے اور اکثریت محکوم ہے، اس کا حل صرف اس اقلیتی حکمران طبقے کے خلاف جدوجہد ہے اور اکثریتی طبقہ کی بالادستی میں ہے۔

سوال: سی پیک کے تحت چین یہاں کاروبار کرے گا، اس سے ہماری صنعت کو کیا نقصان ہوگا؟

عذرا طلعت سعید: سی پیک منصوبے کے تحت چین اپنے مزدور بھی پاکستان لائے گا، چین کے قیدی بھی آئیں گے۔ اس کے علاوہ خصوصی اقتصادی زون بھی بن رہے ہیں جہاں پاکستانی قوانین لاگو نہیں ہوں گے۔ ان خصوصی اقتصادی زونوں میں سرمایہ داروں کا اپنا قانون رائج ہوگا اور وہ مزدوروں کے ساتھ جو مرضی سلوک کرسکیں گے۔ مزدوروں سے زیادہ کام کے بدلے معاوضہ کم دیا جائے گا۔ چین یہاں بھی مزدوروں کا استحصال کرے گا، خود ان کے ملک میں انسانی حقوق کا نام تک نہیں لیا جاتا۔ چین میں کوئلہ کے بے تحاشہ استعمال سے ہونے والی آلودگی سے لوگ بری طرح سے متاثر ہورہے ہیں۔ اب یہی صنعت وہ پاکستان لارہے ہیں جس میں ہمارے مزدور کام کریں گے۔ مختصراً اس منصوبے سے ہماری پیداواری صنعت جو پہلے ہی تباہی کا شکار ہے مزید تباہ ہو جائے گی۔

دوسرا سیشن:

پاکستان کی موجودہ زرعی پالیسی سازی: عوامی اثرات اور ردعمل

پاکستان میں جدید زراعت کا فروغ

آصف خان

پی کے ایم ٹی، ہری پور کے رکن آصف خان نے پاکستان میں جدید زراعت کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ جدید کارپوریٹ زراعت سراسر محتاجی، بھوک، غربت اور غلامی ہے۔ ذرائع ابلاغ اور جلسے جلوسوں میں عوام کو باور کرایا جاتا ہے کہ ہماری نجات صرف جدید زراعت میں ہی ہے۔ عوام بھی جلد ان باتوں میں آجاتے ہیں، اس کی ایک وجہ نوآبادیاتی دور ہے جس میں امیر اور غریب طبقہ میں واضح فرق پیدا ہوا۔ طبقہ اشرافیہ نے عوام کو تعلیم اور ٹیکنالوجی کے حصول سے جان بوجھ کر دور رکھا، غریب عوام ان پڑھ رہ گئے جس کی وجہ سے وہ جلد جدیدیت کے اثر میں آجاتے ہیں۔ جس طرح اسلحہ کے زور پر قبضہ کیا جاتا ہے اسی طرح اب نام نہاد جدید ٹیکنالوجی اور سائنس کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔

ایسی ہی ایک ٹیکنالوجی ''سبز انقلاب'' کے ذریعے زراعت پر کمپنیوں کا اختیار شروع ہوا اور اس کے بعد آئی ایم ایف، اسٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام (سیپ)، عالمی تجارتی ادارہ (ڈبلیو ٹی او)، عالمی بینک اور یو ایس ایڈ، کی پالیسوں نے زراعت پر کمپنیوں کا غلبہ مزید مضبوط کیا اور کسان کو محتاج بنایا گیا۔ ان پالیسیوں کی وجہ سے غربت، مہنگائی، بے روزگاری میں اضافہ ہوا جنہیں ہماری حکومت آج تک نافذ کرنے میں پیش پیش ہے۔ اس کی چند مثالوں میں سیڈ ایکٹ 2015 کی منظوری، زراعت

اور مال مویشی شعبہ میں سرمایہ کاری کے فروغ اور دیہی علاقوں میں ان شعبوں کو مستحکم کرنا، زرعی مداخل پر زرتلافی کے حصول کے لیے الیکٹرانک واؤچر کا اجراء، منڈی میں زیادہ قدر (زیادہ قیمت) والے مویشیوں کی افزائش کو بڑھانا، گندم کے خریداری مراکز کو جدید بنانا اور سرکاری سطح پر گندم کی خریداری اور اس کے ذخائر کو کم کرنا، ویلیو ایڈیڈ زراعت یعنی زرعی اشیاء کی قدر میں اضافے کا فروغ، زراعت میں موسمی تبدیلی اور قدرتی آفات سے مطابقت کو بہتر بنانا، زراعت کو عالمی منڈی اور سرمایہ دارانہ اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے پنجاب ایگری کلچر مارکیٹنگ ریگولیٹری اتھارٹی (پامرا) ایکٹ کی منظوری وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس طرح کے قوانین اور پالیسیاں امریکہ میں نافذ کی گئی ہیں جہاں بڑے بڑے کھیت مالکان ہیں۔ اب پاکستان میں بھی یہ قوانین لاگو کیے جارہے ہیں تاکہ جاگیرداروں اور کمپنیوں کو بڑے پیمانے پر منافع حاصل ہو اور چھوٹے و بے زمین کسان مزدور زراعت چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ پالیسیاں اور قوانین ہزاروں سال پرانے بیجوں اور مویشیوں کی نسلوں کے خاتمے اور ان پر کمپنیوں کے قبضے کے لیے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیے جارہے ہیں جس سے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے منافع میں اضافہ ہوگا اور نتیجہ میں غربت، مہنگائی، بھوک اور بے روزگاری میں بھی اضافہ ہوگا۔ ہمارے کسانوں کی فلاح پائیدار زراعت اور خوراک کی خودمختاری میں ہے جس کے لیے عوام بالخصوص چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کو منظّم ہو کر جدوجہد کرنی ہوگی۔

ساہیوال کول پاور پلانٹ منصوبہ اور اس کے اثرات

محمد زمان

پی کے ایم ٹی، پنجاب کے رکن محمد زمان نے سی پیک منصوبے کے تحت ساہیوال میں کوئلے سے چلنے والے بجلی گھر کی تعمیر پر بات کرتے ہوئے کہا کہ پنجاب کے زرخیز ترین ضلع ساہیوال میں، جہاں فصل، پھل اور مختلف قسم کی سبزیاں کاشت ہوتی ہیں، زرعی زمین پر کارخانے اور رہائشی کالونیاں بنا کر اسے تباہ کیا جارہا ہے۔ اسی ضلع میں چین کی جانب سے کوئلے سے بجلی پیدا کرنے والا کارخانہ ''ساہیوال کول پاور پلانٹ''

قائم کیا گیا ہے جو 25 سال تک چینی انتظام میں چلے گا۔ یہ بجلی گھر 1,750 ایکڑ زرخیز زرعی زمین پر قائم کیا گیا ہے جس کے لیے دو گاؤں خالی کروائے گئے۔ اس بجلی گھر سے خارج ہونے والی آلودگی سے نا صرف زرخیز زرعی زمین تباہ ہورہی ہے بلکہ آلودگی بھی پھیل رہی ہے۔ اس بجلی گھر کے لیے حاصل کی گئی 70 مربع زمین سے کم از کم 70 ہزار من گندم کی پیداوار ہوتی تھی جس سے کسانوں کو محروم کردیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں آلو، چاول اور مکئی کی فصلیں بھی کاشت کی جاتی تھیں۔ بجلی گھر کے قیام سے ساہیوال میں خوراک کی پیداوار میں بہت کمی ہوئی ہے اور ساتھ ساتھ شدید ماحولیاتی آلودگی بھی ہورہی ہے۔

بجلی بنانے کے لیے بڑے پیمانے پر کوئلے کے استعمال سے اس علاقے میں سانس اور دمہ کی بیماریاں بڑھ گئی ہیں، اس کے علاوہ نہری پانی بھی آلودہ ہورہا ہے۔ یقیناً بجلی اس ملک کی ضرورت ہے جس کے لیے بجلی گھر تعمیر ہونے چاہیے۔ مگر بجلی گھر کی تعمیر سے تحفظ خوراک، ماحولیات اور عوام کا وسائل پر اختیار اور حق غصب نہیں ہونا چاہیے۔ بجلی گھر کو کوئلے کی ترسیل کے لیے اربوں روپے خرچ کرکے تھرپارکر سے ساہیوال تک ریل کی پٹری بچھائی گئی ہے جس پر چلنے والی ٹرین صرف کوئلہ پہنچاتی ہے جس سے نا صرف ملکی سرمائے کا زیاں ہورہا ہے بلکہ اس سے پیداواری لاگت میں اضافہ ہوا۔ جیسے کہ پہلے بتایا گیا کہ بجلی گھر چین نے تعمیر کیا ہے اور اسی کے زیر انتظام ہے، تو پھر کیوں نہ یہ بجلی گھر چین میں ہی تعمیر کیا جاتا اور تاروں (ٹرانسمیشن لائن) کے ذریعے پاکستان کو بجلی فراہم کی جاتی! یا پھر ملک میں پانی کی شدید قلت کے تناظر میں ڈیم بنایا جاتا جس سے بجلی بھی پیدا ہوتی اور اس طرح عوام کو سستی ماحول دوست بجلی بھی میسر ہوتی۔

اس بجلی گھر کی تعمیر سے زمین سے بیدخل کیے جانے والے تقریباً 350 چھوٹے کسان گھرانے

متاثر ہوئے جن کا روزگار ختم ہوگیا جبکہ ملک میں ایسے جاگیردار بھی موجود ہیں جن کے پاس ہزاروں ایکڑ زمین ہے، اگر یہ بجلی گھر ایسے کسی ایک جاگیردار کی زمین پر تعمیر کیا جاتا تو 350 خاندان متاثر نہ ہوتے۔ یقیناً یہ پالیسی سازی ہمارے جاگیردار و سرمایہ دار حکمرانوں کی مسلط کردہ ہے جو قومی و عوامی مفاد پر اپنے مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔ اب وقت ہے کہ ہم کسان مزدور عوام اپنی زراعت و خوراک کی خودمختاری اور آنے والی نسلوں کے تحفظ و خودمختاری کے لیے متحد و منظّم ہوکر آواز بلند کریں۔

پاکستان میں پانی کی کمی اور اس کے مضمرات

جنید احمد

روٹس فار ایکوٹی کے جنید احمد نے پاکستان میں پانی کی کمی اور اس کی وجوہات کا تاریخی اور حالیہ پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس خطے میں ہم رہتے ہیں یہاں 1858 میں برطانوی راج قائم ہوا جس کا مقصد متحدہ ہندوستان کے قدرتی وسائل کو لوٹنا تھا۔ ہندوستان میں پانی کے دو بنیادی ذرائع تھے ایک انڈس بیسن اور دوسرا گنگا برہم پترا بیسن۔ برطانیہ نے ان آبی وسائل سے زیادہ سے زیادہ پیداوار کے حصول کے لیے وسیع آبپاشی نظام بھی تعمیر کیا۔ 1947 میں جب آزادی ملی تو آبی وسائل کی بھی تقسیم ہوئی، برطانیہ نے زمین کی طرح ان وسائل کو بھی اس طرح تقسیم کیا کہ آج تک بھارت اور پاکستان میں پانی کا تنازع برقرار ہے۔

بھارتی علاقے سے پاکستان میں بہنے والے دریاؤں اور آبپاشی ڈھانچے کے ہیڈ ورکس بھارت کی حدود میں تھے۔ 1948 میں بھارت نے پاکستان کا پانی بند کردیا جس کے بعد دونوں ممالک کے درمیان تنازع کے حل کے لیے ایک کمیشن بنا جس کے تحت طے پایا کہ پاکستان بھارت کو پانی کی ترسیل کے بدلے کچھ رقم ادا کرے گا۔

1950 کی دہائی میں امریکہ میں سبز انقلاب کی ٹیکنالوجی کو فروغ دیا جارہا تھا۔ اس ٹیکنالوجی کی

فروخت کے لیے بھارت و پاکستان ایک بڑی منڈی تھے جہاں زمین زرخیز اور آبی وسائل وافر تھے لیکن دونوں ممالک آبی تنازع کا شکار تھے۔ امریکہ نے اسی تناظر میں دونوں ممالک کے درمیان اس تنازع کو حل کرنے کی کوششوں کا آغاز کیا۔ امریکی آبی ماہرین نے 1951 میں تجویز پیش کی کہ بھارت و پاکستان کو انڈس بیسن تنازع ایک معاہدے کے ذریعے حل کرنا چاہیے۔ اس کے بعد 1954 میں عالمی بینک کے صدر نے اس تجویز کے عین مطابق دونوں ممالک کے درمیان معاہدے کا ایک مسودہ پیش کیا جسے سندھ طاس معاہدہ یا انڈس واٹر ٹریٹی بھی کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کی تیاری اور اس کے نفاذ میں عالمی بینک اور سرمایہ دار ممالک نے بھرپور کردار ادا کیا۔ عالمی بینک کی ثالثی میں 1960 میں سندھ طاس معاہدے پر دونوں ممالک نے دستخط کیے۔ معاہدے کے تحت دریائے ستلج، بیاس اور راوی کے پانی پر بھارت کا اور دریائے سندھ، جہلم اور چناب کے پانی پر پاکستان کا اختیار تسلیم کیا گیا۔ معاہدے کے تحت پاکستان کو 870 ملین ڈالر فراہم کیے گئے تاکہ پاکستان پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے تربیلا اور منگلا ڈیم تعمیر کرے اور اپنے نہری نظام کو توسیع دے سکے۔ سندھ طاس معاہدے کے بعد دریائے سندھ اور جہلم سے لنک کنالیں تعمیر کرکے انہیں راوی اور ستلج کا پانی بند ہونے سے متاثرہ نہری نظام سے منسلک کردیا گیا۔ دریاؤں کو باہم ملانے والی ان لنک کنالوں کی تعمیر پر آج تک صوبوں کے درمیان تنازع موجود ہے۔

ڈیموں کی تعمیر، آبپاشی نظام میں توسیع اور بڑے پیمانے پر زیر زمین پانی کے استعمال کے لیے ٹیوب ویلوں کا استعمال سبز انقلاب ٹیکنالوجی متعارف کروانے کے لیے ضروری تھا کیونکہ متعارف کردہ مصنوعی بیج روایتی مقامی بیجوں کے مقابلے کہیں زیادہ پانی سے کاشت ہوتے تھے۔

پاکستان میں بڑھتی آبادی کے لیے کم ہوتے آبی وسائل کی ایک بڑی وجہ مشینی زراعت اور اس کی جدید ہائبرڈ اور جینیاتی بیجوں کی بنیاد پر پیداوار تو ہے ہی ساتھ ہی منڈی کی بنیاد پر زرعی پیداوار کا فروغ بھی اس کی اہم وجہ ہے۔ عالمی طلب پوری کرنے کے لیے نیولبرل پالیسیوں کے تحت گنا اور چاول جیسی نقدآور فصلوں کا فروغ بھی پانی کی کمی کی ایک وجہ ہے۔ گندم کے مقابلے چاول کی فصل پر 212 فیصد اور گنے کی فصل پر 227 فیصد زیادہ پانی استعمال ہوتا ہے اور ان دونوں فصلوں کی پیداوار اس وقت ملکی

ضرورت سے کہیں زیادہ ہے۔ کارپوریٹ زراعت کے ذریعے غیر ملکی کمپنیاں آبی وسائل کا استحصال کرتے ہوئے پیداوار حاصل کرتی ہیں اور اس پیداوار کو بیرون ملک برآمد کردیا جاتا ہے۔

آج بھی ہمارے آبی وسائل کا نوآبادیاتی نظام کی طرح جدید نوآبادیاتی نظام یعنی عالمگیریت کے تحت استحصال اور لوٹ مار جاری ہے۔ پچھلے دور میں قبضہ فوج اور ہتھیار کے ذریعے کیا جاتا تھا مگر آج عالمی قوانین اور اداروں کی پیش کردہ پالیسیوں اور ٹیکنالوجی کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ برطانوی سامراج سے آزادی کے حصول کے باوجود ملک میں دریاؤں، جھیلوں، پہاڑوں، سمندر اور زرخیز میدانوں میں زراعت سے جڑے محنت کش عوام بھوک، غربت کی دلدل میں پھنستے جارہے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقی آزادی صرف اور صرف زمین، پانی سمیت تمام پیداواری وسائل پر مقامی آبادیوں کے حق اور اختیار سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

تیسرا سیشن:

خوراک کی خودمختاری کی جدو جہد میں نوجوانوں کا کردار

ناٹک

پکار تھیٹر گروپ

پی کے ایم ٹی پکار تھیٹر گروپ کی جانب سے تیسرے سیشن سے پہلے ناٹک پیش کیا گیا۔ ناٹک میں دیہات میں جاگیرداری نظام میں کسانوں کے معاشی وسماجی استحصال، زمینی قبضہ اور سرمایہ دارانہ پالیسیوں کے نتیجے میں نقدآور فصلوں کے فروغ سے کم ہوتی خوراک کے مسائل کو اجاگر کیا گیا۔ مشینی طریقہ پیداوار کی بدولت ہونے والی موسمی تبدیلی کے زراعت اور فصلوں پر پڑنے والے اثرات کو بھی ناٹک میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔

دیہی نوجوان عورت کے مسائل

زریت خاتون

پی کے ایم ٹی گھوٹکی اور یوتھ ونگ کی رکن زریت خاتون نے دیہی نوجوان عورت کے مسائل پر بات کرتے

ہوئے کہا ہے کہ آج کا نوجوان خصوصاً دیہی نوجوان عورت بہت سے مسائل کا شکار ہے۔ لڑکیوں کے لیے تعلیمی اداروں کا فقدان ہے کیونکہ سرکاری اداروں میں سازش کے تحت تعلیمی نظام کو برباد کیا گیا ہے۔ نجی اداروں میں تعلیم بہت مہنگی ہے جہاں غریب کے بچے پڑھ نہیں سکتے۔ سندھ میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اسکول بہت کم ہیں۔ تعلیمی مواقعوں کے فقدان کے ساتھ ساتھ غریب نوجوانوں کے لیے نہ تو مناسب روزگار کے مواقع ہیں اور نہ ہی ان کے لیے تفریح وکھیل کود کے لیے بنیادی ڈھانچہ موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحت مند جسمانی و دماغی سرگرمیاں نہ ہونے کی وجہ سے نوجوان منفی سرگرمیوں کی طرف مائل ہورہے ہیں۔ دیہات میں نوجوانوں کو ایسی تمام سہولیات اور خدمات فراہم کرنا سرکاری ترجیحات میں شامل ہی نہیں ہیں جس کی وجہ سے ہمارے نوجوان خصوصاً نوجوان لڑکیاں احساس کمتری کا شکار ہورہی ہیں۔

نوجوانوں کا سیاست میں کردار

امام الدین

پی کے ایم ٹی، خیرپور کے نوجوان رکن امام الدین نے سیاست میں نوجوانوں کے کردار پر بات کرتے ہوئے کہا کہ ملک کی 63 فیصد آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ پاکستان ان بدقسمت ممالک میں سے ایک ہے جہاں اشرافیہ کے لیے تو بہتر زندگی ہے لیکن دیہات میں کسان مزدوروں کے لیے حالات مشکل ترین

ہیں۔ ملک کی آدھی سے زیادہ آبادی ان ہی کسان مزدوروں پر مشتمل ہے یعنی نوجوانوں کی بھی بڑی تعداد دیہات میں رہتی ہے جو بلواسطہ یا بلا واسطہ زراعت سے وابستہ ہے۔نوجوان بڑی سماجی اور معاشی طاقت رکھتے ہیں جن میں کام کرنے کی صلاحیت بھی زیادہ ہوتی ہے اور وہ پرجوش و باحوصلہ ہوتے ہیں۔

پاکستان میں بدقسمتی سے نوجوانوں کو خام مال کی طرح استعمال کیا گیا، انہیں فیصلہ سازی میں شریک نہیں کیا جاتا۔حکمران، سرمایہ دار اور جاگیردار ہمیشہ نوجوانوں کا سہارا لیتے ہیں لیکن انہیں سیاسی رہنما کے طور پر سامنے نہیں آنے دیا جاتا، یہی وجہ ہے کہ قومی اسمبلی میں ایک فیصد سے بھی کم نوجوانوں کی نمائندگی ہے۔ ان مسائل کی جڑ نام نہاد جمہوریت اور خاندانی سیاست ہے جس میں چند خاندان نسل درنسل پاکستان پر حکمرانی کرتے آرہے ہیں۔ یہ حکمران نوجوانوں کو مذہب، لسانیت اور دیگر بنیادوں پر تقسیم کرتے ہیں تاکہ نوجوان ان کے خلاف متحد نہ ہوسکیں۔ ہم نوجوان بھی قصور وار ہیں کہ ہم متحد ہوکر حقیقی جمہوریت کے لیے جدوجہد نہیں کرتے۔ جمہوریت انسانی فلاح کے لیے ہوتی ہے لیکن 70 سالوں سے یہاں حقیقی جمہوریت کو آنے نہیں دیا گیا اور اشرافیہ نے ملک کو عوامی فلاحی ریاست بننے نہیں دیا، مزدور اور کسان طبقہ کو آگے نہیں بڑھنے دیا کیونکہ یہ طرز حکومت اس کے مفادات کا تحفظ نہیں کرتا۔

اب وقت بدل رہا ہے، ہمیں ان سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور ان سیاستدانوں کو نکال کر باہر پھینکنا ہوگا۔ترقی پسند نوجوانوں اور کسان مزدوروں کا اتحاد اس بات کا ثبوت ہے کہ نوجوان نسل اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ جو ایک نیا نظام چاہتی ہے، ایسا نظام جس میں طبقاتی فرق نہ ہو، ایک ایسا نظام جس کے ذریعے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات میں بہتری لائی جاسکے۔ ایسا نظام لانے کے لیے قربانیاں دینی پڑیں گی اور ہمیں مل کر جدوجہد کرنی پڑے گی۔ پاکستان کسان مزدور تحریک ایسے ہی نظام کے لیے جدوجہد کررہی ہے۔ پی کے ایم ٹی یوتھ ونگ بن چکی ہی جس کو مزید آگے بڑھانے کے لیے آپ سب کا کردار

بھی لازمی ہے۔ ہمارا منشور کسان اور مزدور طبقہ کی بالادستی ہے۔ آئیں اس جدوجہد میں شامل ہو جائیں۔ اپنے گھر، گاؤں اور ضلع میں پی کے ایم ٹی کی ممبر شپ بڑھائیں خاص طور پر نوجوانوں کو آگے لے کر آئیں۔ ہمارا عزم ملک میں زمینوں کی منصفانہ اور مساویانہ تقسیم اور پائیدار زراعت کو فروغ دینا ہے۔

نوجوانوں کی منظّم جدوجہد کی ضرورت

نعمان شاہ

پی کے ایم ٹی دیر اور یوتھ ونگ کے رکن نعمان شاہ نے نوجوانوں کی منظّم جدوجہد کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ جب کسی معاشرے کو اپاہج بنانا ہو اور اس میں افراتفری پیدا کرنی ہو تو سب سے پہلے اس معاشرے کی طاقت ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کسی بھی معاشرے کی طاقت اور اس کا سرمایہ اس کے نوجوان ہوتے ہیں جو معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی لیے معاشرے کو کمزور کرنے کے لیے سب سے پہلے نوجوانوں کو تقسیم اور کمزور کیا جاتا ہے تاکہ ظلم، ناانصافی کے خلاف کوئی منظّم مزاحمت نہ آسکے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے نوجوانوں کو پختون، مہاجر، شیعہ، سنی اور مسلم غیر مسلم کے جھگڑوں میں الجھا دیا گیا ہے جس سے نوجوانوں میں یکجہتی کبھی پیدا ہی نہیں ہوئی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم نوجوان پاکستان کسان مزدور تحریک کو مضبوط کریں اور ان سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نوجوانوں میں آگاہی پھیلائیں، انہیں بتائیں کہ ہمیں کون اور کیوں تقسیم کررہا ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کے بازو ہیں، ہمیں مل کر ہی اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کرنی ہوگی، تقسیم ہونے سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ظالم حکمران آج تک ہم پر اسی لیے مسلط ہیں کیوں کہ ہم

تقسیم ہیں۔ اگر نوجوان منظّم ہو کر جدوجہد کریں تو انقلاب لاسکتے ہیں جس کے ذریعے اس جاگیرداری، سرمایہ داری نظام کو ختم کر کے طبقات سے عاری نظام کا قیام ممکن ہے۔

انقلاب کے لیے نوجوانوں کو طاقت حاصل کرنا ہوگی اور لڑنا ہوگا یعنی شعوری طور پر منظّم ہوکر عملی جدو جہد کرنا ہوگی۔ ہمیں اپنے مقاصد اور لائحہ عمل کا علم ہونا چاہیے اور ہم اپنے طبقہ کے ساتھ کھڑے ہوں جن میں کسان، مزدور، ہاری اور تمام محنت کش شامل ہیں۔ ہمیں مزدوروں، کسانوں اور محروم طبقات کو منظّم کرنا پڑے گا کیونکہ یہی لوگ انقلاب لاسکتے ہیں۔ جب ہمارے نوجوانوں میں ظلم و ناانصافی کے خلاف لڑنے کا جزبہ پیدا ہوگا، تب ہم آگے جاسکتے ہیں، ایسے نوجوان جتنے زیادہ ہماری تحریک میں شامل ہوں گے کامیابی بھی اتنی ہی یقینی ہوگی۔ نوجوانوں کو حالات کے مطابق فیصلہ سازی کرنے کے لیے ہر حوالے سے تربیت کی ضرورت ہے جیسے کہ تربیتی نشستیں، مطالعاتی کتابچے، کانفرنس وغیرہ۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے جذبہ قربانی، سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے، مستقل مزاجی اور ہمت کی ضرورت ہے۔ یہی ہماری بقاء اور انقلاب کا اثاثہ ہے۔

پدر شاہی اور نوجوان عورتیں

روپ کنول

پی کے ایم ٹی، ہری پور اور یوتھ ونگ کی رکن روپ کنول نے پدر شاہی اور نوجوان عورتوں کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ اس کائنات کی سب سے عظیم مخلوق انسان ہے۔ انسانی عظمت کی بنیادی وجہ انسانی دماغ اور اس کی عقل ہے جو اسے دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ یعنی مرد اور عورت دونوں ہی بغیر کسی تفریق کے ایک جیسے انسان ہیں۔ مرد اور عورت کی تمام بنیادی خصوصیات ایک ہیں اور اس میں کسی شک اور ابہام کی گنجائش بھی نہیں، مگر اس کے باوجود زمانہ قدیم سے آج تک عورت کو مرد سے کمتر سمجھا جاتا ہے۔ اسے کم عقل، کمزور اور ڈرپوک جیسے القاب سے نوازا جاتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ عورت کو انسان کے بجائے ایک شئے کا درجہ دیا جاتا ہے۔ سماج میں عورت کو مرد سے کمتر سمجھنے

والے نظام کو پدرشاہی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ نظام ہے جس میں مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ یہ نظام مردوں نے مردوں کے لیے خود بنایا ہے جس میں عورت مرد کی غلام ہے۔ یہ نظام مردوں نے اپنی سہولت اور خواہشات کے حصول میں آسانی کے لیے بنایا ہے۔ اس نظام میں مرد کا تمام پیداواری وسائل اور پیداوار پر مکمل اختیار ہوتا ہے۔ پدرشاہی نظام کو قائم رکھنے میں مختلف عوامل اور کردار مددگار ہوتے ہیں جن میں مذہب، پیداواری نظام اور رسم رواج شامل ہیں۔

زمانہ غلامی سے آج تک کے سرمایہ دارانہ نظام میں پدر شاہی اپنی اصل حالت میں قائم و دائم ہے اور کسی بھی نظام نے اس کی حوصلہ شکنی نہیں کی بلکہ اس کو پھلنے پھولنے میں مدد دی۔ عورت کا پیداوار پر کوئی حق نہیں ہوتا اور وسائل و پیداوار اور آمدنی مرد کے اختیار میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے فیصلہ سازی سمیت تمام اختیار مرد کے قبضے میں ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ماں اپنے بیٹے، ایک بہن اپنے بھائی اور ایک بیوی اپنے شوہر کی حمایتی بن جاتی ہے۔ رسم رواج اور ثقافتی اقدار عورت کی زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں عورت کے لباس، بات چیت، کھانے پینے اور فیصلہ سازی کے حقوق ایک مرد کے سپرد کردیے جاتے ہیں۔

ہمارے جیسے معاشرے میں پدر شاہی نظام کے تحت بیٹی کو بازار نہیں جانے دیا جاتا اور بیٹا ہی بازار جاکر سامان وغیرہ خرید سکتا ہے، اسی طرح کی دیگر تفریق کی وجہ سے عورت حساب کتاب اور خود اعتمادی سے محروم ہو جاتی ہے یا مرد سے بہت پیچھے رہ جاتی ہے۔ بیٹے اور بیٹی کی تعلیم و خوراک میں بھی فرق کیا جاتا ہے جس سے اس کی جسمانی و ذہنی نشوونما بھی مختلف ہوتی ہے اور پھر وہ زندگی کے میدان میں مقابلہ نہیں کر پاتی۔

پدرشاہی نظام میں عورت کو مرد کی ملکیت سمجھا جاتا ہے، مرد جو چاہے سلوک عورت سے کرسکتا

ہے یہی وجہ ہے کہ جسمانی تشدد، ذہنی تشدد اور جنسی تشدد کے بہت سے واقعات ہر روز سامنے آتے ہیں۔ تعلیمی نصاب میں شروع سے ہی تفریق شامل کردی جاتی ہے کہ مرد اور عورت برابر نہیں، مرد کے کام مختلف ہیں اور عورت کے کام مختلف ہیں۔

پیداواری وسائل اور پیداوار پر جب تک مکمل طور پر عورت کا اختیار نہیں ہوگا پدرشاہی کا خاتمہ ممکن نہیں۔ پدرشاہی کا خاتمہ خوراک کی خودمختاری میں ہے۔ جب تک عورت کے پاس اپنی زمین نہیں ہوگی، باعزت روزگار اور فیصلہ سازی کا اختیار نہیں ہوگا تب تک عورت ترقی کی دوڑ میں مرد کے مساوی شریک نہیں ہوسکتی۔ اس نظام سے نکلنے کے لیے خود عورت کا میدان میں آنا ضروری ہے تب ہی کامیابی کا حصول ممکن ہے۔ اس نظام کے خاتمے کے لیے معاشرے کی اجتماعی کوشش سے مرد کو بھی احساس دلانا ہوگا۔ مرد پدر شاہی کے خاتمے میں حمایتی بن جائے تو عورت کی آزادی، فیصلہ سازی میں شرکت یقینی ہے اور اس طرح عورت کے وسائل پر اختیار کو بھی یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ انصاف پر مبنی معاشرے کے لیے طبقاتی نظام، رنگ، نسل، مذہب، زبان اور جنس کی بنیاد پر تفریق کے خاتمہ سے ہی پدرشاہی کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔

شرکاء کے اہم سوالات و جوابات

سوال: ضلعی سطح پر نوجوانوں کو منظّم کرنے کے لیے آگے کا کیا لائحہ عمل ہے؟ اس سلسلے میں تمام صوبوں میں پی کے ایم ٹی کیا کرے گی؟

نعمان شاہ: ضلعی سطح پر ہم نے پائیدار زراعت کے حوالے سے آگاہی پروگرام ''ساؤ'' کیے ہیں۔ پی کے ایم ٹی کے آئین اور نظریئے کے تحت تربیتی پروگرام بھی منعقد کیے جاتے ہیں جن سے نوجوان منظّم ہو رہے ہیں۔ پی کے ایم ٹی یوتھ ونگ کا عبوری ڈھانچہ بنا ہوا ہے، بہت جلد مستقل ڈھانچہ بنے گا اور کام کی رفتار مزید بڑھے گی۔ 2014 سے پی کے ایم ٹی یوتھ ونگ کے حوالے سے کام کررہی ہے جس کے لیے

2018 میں لاہور میں پی کے ایم ٹی یوتھ ونگ کا تشکیلی اجلاس منعقد کیا گیا۔

ڈاکٹر عذرا: پی کے ایم ٹی یوتھ ونگ کے کام کا ایک عملی مظاہرہ آپ کے سامنے ہے، دو نوجوان لڑکیاں آج کے اجلاس میں یوتھ پینل میں آپ کے سامنے ہیں جو بڑی کامیابی ہے۔ پی کے ایم ٹی کا تھیٹر گروپ ''پکار'' بھی زیادہ تر نوجوان ساتھیوں پر مشتمل ہے جس نے تینوں صوبوں میں گاؤں گاؤں جا کر ناٹک پیش کیے ہیں۔

علی اکبر: آج میں بہت خوش ہوں کہ پی کے ایم ٹی کے نوجوان ساتھیوں کے درمیان بیٹھا ہوں، یہ میری دلی خواہش تھی کہ اس تحریک میں ہمارے بچے سامنے آئیں، سیاست میں نوجوانوں کی نمائندگی بہت کم ہے، آج کے جلسے میں نوجوانوں کی شمولیت کو دیکھ کر بہت حوصلہ ملا، یہ ہماری کامیابی ہے۔

روٹس فار ایکوٹی اور پی کے ایم ٹی کی مطبوعات کی نمائش

چوتھا سیشن:

بول کہ لب آزاد ہیں تیرے

کسانوں کے خیالات اور تبصرے

میں نے پی کے ایم ٹی کے سالانہ اجلاس میں پہلی بار شرکت کی ہے۔ میں سچے دل سے تحریک کے کام کو عبادت سمجھتا ہوں کیونکہ بھلائی کے لیے کام کرنا عبادت ہے۔ ہم پی کے ایم ٹی کے کام کو آگے بڑھاتے رہیں گے۔

نور احمد، ضلع ٹنڈو محمد خان

میں یہاں پوچھنا چاہتا ہوں کہ دیہات میں اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ پی کے ایم ٹی جو پروگرام کرتی ہے اس کے لیے وسائل کہاں سے آتے ہیں؟

برکت علی، شکارپور

یہ سوال قابل تعریف ہے اور ایسے سخت سوالوں سے ہی تحریکیں آگے بڑھتی ہیں۔ دنیا میں ایسے بہت سے دوست ادارے ہیں جو آبادیوں کے مسائل حل کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں اور مالی وسائل فراہم کرتے ہیں لیکن یہ مدد روٹس کو ملتی ہے پی کے ایم ٹی کو نہیں۔ یقیناً تحریک میں کامیابی کی جڑ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے میں ہی ہے۔ اس کے لیے پی کے ایم ٹی حکمت عملی میں مصروف ہے۔

ڈاکٹر عذرا طلعت سعید، روٹس

استحصال اور جبر کا خاتمہ کیونکر ممکن؟ ایک انقلابی مزاحمتی تحریک کی ضرورت

ولی حیدر

سیکرٹری پی کے ایم ٹی ولی حیدر نے انقلابی مزاحمتی تحریکوں کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ طبقہ اشرافیہ اپنی موج مستی اور خوشحالی برقرار رکھنے کے لیے ہماری زندگی کے راستے بند کر دیتا ہے۔ اس استحصال زدہ معاشرے میں مزاحمتی تحریک کا ہونا ناگزیر ہے جہاں آج تک ظلم مختلف شکلوں میں برقرار ہے۔ سبز انقلاب سے شروع ہو کر آئی ایم ایف، ورلڈ بینک، ڈبلیو ٹی او کے تحت نجکاری، مہنگائی اور بے روزگاری کی شکل میں ظلم آج تک برقرار ہے۔ آج کے جدید عالمگیریت کے دور میں سیڈ ایکٹ، فاریسٹ ایکٹ اور زمینی قبضہ کی صورت میں بھی ظلم موجود ہے جس کے خلاف پی کے ایم ٹی جدوجہد کر رہی ہے۔

یورپ میں جہاں انسانی حقوق اور مزدوروں کے حقوق کی صورتحال بہتر تھی، اب معاشی حالات بدل رہے ہیں اور ان ممالک کی انسانی حقوق اور مزدوروں کے حقوق کے حوالے سے پالیسیاں بھی بدل رہی ہیں۔ اب وہاں مزدوروں کو حاصل مراعات واپس لی جا رہی ہیں۔ حال ہی میں فرانس کی حکومت نے ایندھن کی قیمت بڑھائی تو عوام سڑکوں پر نکل آئے اور حکومت اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور ہوگئی۔ ترکی میں فوج کی بغاوت کو وہاں کے عوام نے جس طرح ناکام بنایا، یہ بڑی عوامی کامیابی ہے۔ ظلم سے چھٹکارے کی کئی اور مثالیں بھی ہیں جیسے کہ ''عرب اسپرنگ'' میں عوام نے مزاحمت کی اور کئی دہائیوں پر مشتمل بادشاہت کا خاتمہ ہوا۔

ظلم اور استحصال کے خاتمے کے لیے ہمیں اسی طرح ملنا اور جڑنا ہے جیسے کہ ہم آج یہاں بیٹھے ہیں، بات کرنا جیسے آج کر رہے ہیں پھر اس کے لیے حکمت عملی طے کرنا بہت ضروری ہے، ناممکن کچھ نہیں ہے، بیماری کی تشخیص کر کے اس کا علاج کرنا ہے۔ ان حالات سے چھٹکارا صرف مزاحمتی طریقہ سے ممکن ہے۔ ہم نے سمجھنا ہے کہ ہماری تباہی و بربادی کی وجہ صرف سرمایہ داری اور جاگیرداری نظام ہی ہے۔ آج ہم سب خوشحال اور پرسکون زندگی سے محروم ہیں کیوں کہ ہمیں ہماری محنت کا صلہ نہیں ملتا۔ بیج، کھاد اور دیگر مداخل بنانے والی کمپنیوں کے سرمائے اور منافع میں بے تحاشہ اضافہ ہو رہا ہے مگر کسان اپنی

پیداوار کی مناسب قیمت سے ہی محروم ہو کر قرض کے دلدل میں دھنستے چلے جا رہے ہیں۔ ہم اس ناانصافی پر مبنی معاشرے کے خلاف ہیں، معاشرہ ایسا ہو جس میں سب کو محنت کا صلہ یکساں ملے، سب کو روزگار، تعلیم اور صحت کی سہولیات ملیں۔ دنیا کے ایک فیصد افراد نے 99 فیصد عوام کو معاشی اور سیاسی طور پر یرغمال بنایا ہوا ہے، کیا ہم 99 فیصد ایک ہو کر اس نظام کا خاتمہ نہیں کر سکتے؟ کر سکتے ہیں ہم میں اتحاد نہیں ہے۔ ہمیں تقسیم کر دیا گیا ہے قومیت، زبان، مذہب و فرقے کی بنیاد پر۔ ہمیں اس تقسیم کی سیاست کو سمجھنا ہے۔

ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھانا بھی ظلم ہے، اگر اس ظلم کے آگے نہ ڈٹے تو تباہی ہمارا مقدر ہے۔ ہم نے آپس میں اتحاد کر کے اس ظلم کے خاتمے کے لیے لڑنا ہے، جو قوم ظلم کے خلاف جدوجہد نہیں کر سکتی اس کو زندہ رہنے کا حق بھی نہیں ہے۔ جو قومیں ظلم کو سہہ لیں وہ کبھی دنیا میں باعزت زندگی نہیں گزار سکتیں۔ سرمایہ دار اور جاگیر دار طبقہ کے خلاف ہمیں ہی کھڑے ہونا ہے۔ ہر ضلع میں کام کریں، گاؤں میں لوگوں کو منظم کرنے کے لیے ساؤ کریں، پری پیپ اور پیپ کریں لوگوں کو جمع کریں، ممبران بڑھانے لیے کوشش کریں، اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے۔

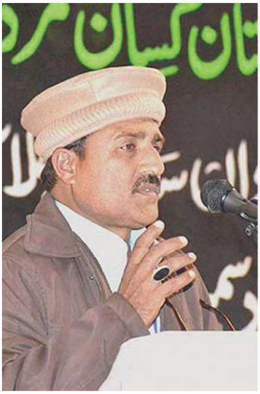

دوسرے دن کے اجلاس کی کارروائی

کسان کا حق بیج کی خودمختاری

بختیار زیب

پی کے ایم ٹی لوئر دیر کے رکن بختیار زیب نے بیج کی خودمختاری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے جہاں دیہات میں رہنے والی 60 فیصد سے زیادہ آبادی کا پیشہ کھیتی باڑی ہے۔ آج سے 50 سال پہلے تک کسان فصلوں اور سبزیوں کے بیج خود محفوظ کرتے تھے اور ان کا آپس میں تبادلہ بھی کرتے تھے، یہ کسانوں کے اپنے روایتی بیج تھے جن سے اچھی فصلیں ہوتی تھیں۔ فصل پر اخراجات کم تھے اور ان پر حملہ آور ہونے والی بیماریاں بھی کم تھیں۔

بیج کی خودمختاری کا مسئلہ 1960 کی دہائی میں شروع ہوا جب کسانوں کو سبز باغ دکھا کر سبز انقلاب متعارف کروایا گیا اور نئے زیادہ پیداوار دینے والے بیج منڈی میں لائے گئے جن کی کاشت سے فصلوں پر کیمیائی کھاد اور زہریلے اسپرے کی بھرمار ہوئی اور ہمارے روایتی بیج ختم ہوتے چلے گئے۔ ہمارے آباؤ اجداد خودمختار تھے وہ اپنی مرضی سے اپنا ہی بیج کاشت کرتے تھے جس میں ذائقہ بھی تھا اور غذائیت بھی کیوں کہ اس پر زہریلے اسپرے اور کھاد کا استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ اب منڈی سے خریدے گئے بیجوں سے حاصل پیداوار منڈی میں فروخت کرکے کسانوں کا خرچہ بھی پورا نہیں ہوتا کیونکہ مہنگے بیج، کیمیائی مداخل کے استعمال سے پیداواری لاگت بڑھ گئی ہے۔ زمین پر محنت کسان کرتا ہے، تو بیج بھی کسان کا اپنا ہونا چاہیے۔ کیا ایسا بیج ہمیں چاہیے جس میں زہر ہو، جو دوبارہ پیداوار نہ دے سکتا ہو، کیا یوٹیلٹی اسٹور کی طرح قطاروں میں کھڑے ہو کر ہم 10 گرام ٹماٹر کے بیج 5,000 سے 20,000 روپے

میں خریدیں؟ ہرگز نہیں۔

ہم نے جدوجہد کرنی ہے کہ کسان خودمختار ہو، بیج کی خودمختاری ہو، اپنی زمین ہو، تب ہی ہم آزاد زندگی گزار سکیں گے۔ اگر ہم بیج کی خودمختاری حاصل نہ کرسکے تو ہم مکمل طور پر غلام بن جائیں گے۔

اس مقصد کے لیے پی کے ایم ٹی نے ہر ضلع میں بیج بینک قائم کیے ہیں، ہمارے کسان ہر سال مختلف قسم کا دیسی بیج پائیدار طریقے پر کاشت کرتے ہیں، نہ کیمیائی کھاد استعمال کرتے ہیں اور نہ زہریلے اسپرے کرتے ہیں۔ جس طرح بیج کمپنیاں ہائبرڈ بیج کو فروغ دیتی ہیں اسی طرح ہم دیسی اور روایتی بیج کو فروغ دیں گے، اسی طرح سیڈ بینک کو بڑھائیں گے اور ان کمپنیوں کو بھگائیں گے۔

کسان کا حق، بیج کی خودمختاری اور اس کے لیے اقدامات

نوید احمد

روٹس فار ایکوٹی کے نوید احمد نے بیج کی خودمختاری پر بات کرتے ہوئے کہا کہ بیج زندگی ہے جسے برقرار رکھنے اور سنبھالنے کے لیے جدوجہد کی ضرورت ہے اور یہ کام صرف آپ کسان ہی کرسکتے ہیں۔ پی کے ایم ٹی کے آئین میں لکھا ہے کہ خوراک کی خودمختاری کے لیے تحریک کے ہر کارکن کو جدوجہد کرنی ہے اور خوراک کی خودمختاری اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک بیج اور زمین کسان کی اپنی نہیں ہے۔ سرمایہ دار اور جاگیرداروں نے ایک ہو کر ہمارے بیج چھین لیے ہیں، غرض انسانی ضرورت کی ہر شئے پر سرمایہ داروں نے قبضہ کیا ہے۔

کسان نے بیج پیدا کیا ہے، اگایا ہے، بیج کا وارث بھی کسان ہے لیکن کمپنیاں بیج پر قبضہ کررہی ہے جو ہماری زندگی ہے۔ اس لیے ہم زور دیتے ہیں کہ دیسی بیج اگائیں۔ حکومت نے صوبہ پنجاب میں بی

ٹی کپاس پر پابندی لگائی مگر کسان بی ٹی کپاس کاشت کرتے رہے، پھر حکومت نے کہا کہ کسان کپاس فروری میں لگائیں تاکہ اس پر بیماری نہ لگے، مگر اس طرح بیماری بھی زیادہ لگی اور پیداوار بھی کم ہوئی نتیجہ کسان مزید مقروض ہوا۔ اسی لیے نہ ہم اس بیج کو مانتے ہیں اور ناہی اس طرح کی حکومتی پالیسیوں کو جن سے کسان محتاج ہو، خود کسان کو، ماحول کو اور صحت کو نقصان ہو۔

جیسے کہ انقلاب پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر مبارک علی نے کہا کہ گھروں میں یا ہوٹلوں میں بیٹھ کر انقلاب نہیں آتا، بلکہ انقلاب عوام کے ساتھ جڑے رہنے اور مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ انقلاب تب آئے گا جب ہماری ہر سانس انقلاب کے لیے ہو۔ ہمیں اس نظام کو تبدیل کرنا ہے جس نے ہماری نسلوں کو تباہ کیا اور ہمیں محتاجی میں دھکیل دیا۔ خوراک کی خودمختاری کے لیے ہمیں محتاجی اور غلامی کی زنجیروں کو توڑنا ہے اور یہ کام صرف آپ کسان ہی کرسکتے ہیں۔

پائیدار زراعت کے لیے جدوجہد: پی کے ایم ٹی کی کامیابیاں

نعمان شاہ

ضلع دیر، خیبرپختونخوا میں ایک غیر سرکاری تنظیم نے مقامی ہوٹل میں زراعت کے حوالے سے ایک سیمینار منعقد کیا جس میں شرکت کے لیے ہمیں بھی دعوت ملی۔ سیمینار میں بین الاقوامی بیج کمپنی سنجنٹا کے نمائندے نے ہائبرڈ اور جینیاتی بیجوں کے حوالے سے بات کی اور ان بیجوں کی خوب تعریفیں کیں۔ سیمینار کے دوران ہی ہم پی کے ایم ٹی کے کسان کھڑے ہوگئے اور انہیں کہا کہ ہم ان بیجوں کے خلاف ہیں۔ ہم ان بیجوں کو کاشت نہیں کرتے کیونکہ یہ بیج بہت مہنگے ہیں، یہ دوبارہ پیداوار نہیں دیتے، اس پر اخراجات اور محنت بھی زیادہ ہوتی ہے، ان بیجوں سے بیماریاں پھیل رہی ہیں کیونکہ ان پر لازمی طور پر زہریلے اسپرے کرنا پڑتے ہیں جو صحت اور ماحول دونوں کے لیے بہت نقصاندہ ہیں۔ کمپنی کے نمائندے نے اس پر دلیل دی کہ ''یہ 2018 ہے، آبادی زیادہ ہے اور اب زیادہ خوراک کی ضرورت ہے''۔ ان کی اس دلیل پر ہم نے کہا کہ جتنی محنت ہائبرڈ بیج پر کی جاتی ہے اتنی محنت اگر کسان دیسی روایتی بیج پر کریں تو دیسی بیج کی

پیداوار ہائبرڈ بیج سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے۔ سیمینار میں کمپنی کے نمائندے نے کسانوں کو مطمئن کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہوسکا کیوں کہ ہمارے پاس ٹھوس دلائل تھے۔ اس کے بعد ہم نے وہاں پی کے ایم ٹی کا تعارف بھی پیش کیا۔ اس طرح یہ پروگرام مکمل ہونے سے پہلے ہی ختم ہوگیا اور تمام کسان پروگرام سے واپس چلے گئے۔

طارق محمود

ہری پور، حطار میں محکمہ زراعت کے اہلکاروں کے ساتھ بین الاقوامی بیج کمپنی سنجنٹا کے نمائندے آئے اور انھوں نے کسانوں کے ساتھ ایک آ گاہی پروگرام منعقد کیا۔ اس پروگرام میں ہری پور، پی کے ایم ٹی کے ممبران نے بھی شرکت کی جہاں ہمیں یہ معلوم ہوا کہ محکمہ زراعت کس طرح زرعی کمپنیوں کی مدد کررہا ہے۔ محکمہ زراعت کے افسر نے پروگرام کے آغاز میں کمپنی، اس کی مصنوعات کی تعریف کی اور کسانوں سے کہا گیا کہ وہ یہ مصنوعات استعمال کریں۔ کمپنی کے نمائندے نے فصلوں پر چھڑکاؤ کے لیے پانچ اقسام کے زہریلے اسپرے، ان کی قیمت اور پیداوار سے متعلق معلومات فراہم کیں اور یہ بھی کہا گیا کہ کیمیائی کھاد سے زمین سخت ہو جاتی ہے۔ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے بھی کمپنی کی ایک اور شئے استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ ان معلومات کی فراہمی کے بعد کسانوں سے سوالات کرنے کے لیے کہا گیا۔ ہم نے کمپنی کے نمائندے کو کہا کہ یہاں پر کافی کسان ہیں، ان کی مدد سے حساب کتاب کرتے ہیں کہ جس طرح کی کھیتی باڑی کا کمپنی مشورہ دے رہی ہے اور جو مداخل استعمال کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے ان اخراجات کا حساب کتاب کرکے دیکھتے ہیں کہ ان مداخل کے استعمال سے کسانوں کو کتنی آمدنی ہوئی اور کمپنی کو کتنا منافع ہوا۔ کمپنی کے نمائندے نے حساب کتاب سے فرار اختیار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی مصنوعات کی بات کررہے ہیں کسانوں کی آمدنی کی نہیں۔ ہم نے انہیں کہا کہ کسان چھ ماہ بعد کچھ پیداوار حاصل کرپاتا ہے لیکن کمپنی کے نمائندے تو اسی وقت پیسے جیب میں ڈال کر چلے جاتے ہیں۔ ہم نے وہاں کسانوں سے پوچھا کہ کٹائی کے بعد ان کی کتنی آمدنی ہوتی ہے؟ کسانوں کا جواب تھا کہ وہ ہمیشہ مقروض رہتے

ہیں۔ ہم نے کمپنی کے نمائندے سے کہا کہ آپ مزید پانچ اسپرے استعمال کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں جبکہ ہمارے کسان پہلے ہی نقصان میں ہیں۔ ان کے استعمال سے پیداواری اخراجات مزید بڑھ جائیں گے، اس سے کسانوں کی صحت اور ماحول کو بھی نقصان ہوگا، کمپنی یہ بات کسانوں کو کیوں نہیں بتاتی؟ آخرکار کمپنی کے نمائندے نے تسلیم کیا کہ یہ زہر ہے اور نقصاندہ ہے۔ اس طرح کمپنی کا یہ پروگرام ختم ہوگیا۔ بطور پی کے ایم ٹی کارکن ہمیں پائیدار زراعت کی معلومات تھیں اسی لیے ہم کسانوں کو کمپنی کے نمائندوں اور ان کی زہریلی زراعت سے روک پائے۔ اگر اسی طرح ملک بھر میں ہر جگہ مزاحمت ہو تو ہم کمپنیوں کو بھگا سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں اپنے روایتی بیجوں کی پیداوار کو بھی بڑھانا ہوگا۔

ظہور جوئیہ

پی کے ایم ٹی نے سیڈ ایکٹ کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کیا ہوا ہے۔ اس حوالے سے حال ہی میں ایک واقعہ پیش آیا۔ پی کے ایم ٹی کی طرف سے اس مقدمے میں بطور ترجمان میرا نام شامل ہے۔ اس مقدمے کو انگریزی اخبار نے بھی چھاپا اور یہ انٹرنیٹ سے جڑے ذرائع ابلاغ پر بھی موجود ہے۔ ایک دن ایک نوجوان کا فون آیا جو مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔ یہ نوجوان لاہور کی بیکن ہاؤس یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا اور جدید زراعت کے نقصانات پر ایک مقالہ لکھ رہا تھا۔ یہ نوجوان مجھ سے ملنے اسلام آباد تک آیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اسے حیرانگی ہے کہ پاکستان میں کسی اور ادارے کو سیڈ ایکٹ کے حوالے سے اتنی واضح سمجھ اور معلومات نہیں ہے جتنی پی کے ایم ٹی کو ہے۔ اس نوجوان نے جدید زراعت اور سیڈ ایکٹ کے اثرات پی کے ایم ٹی کی ویب سائٹ سے پڑھے ہیں، آپ ساتھیوں کے مضمون بھی پڑھے ہیں۔ وہ نوجوان ہمارے کام سے متاثر تھا اور اس نے ہمارے کام کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ پی کے ایم ٹی منفرد کام کررہی ہے۔ یہ ہماری کامیابی ہے کہ ہم نئی نسل کو ضروری معلومات منتقل کررہے ہیں۔

دیسی بیجوں کی نمائش

سالانہ اجلاس کے دوسرے دن صبح پی کے ایم ٹی کے تحت محفوظ کیے گئے بیجوں کی نمائش ہوئی جس میں کسانوں اور ممبران نے بھرپور شرکت کی اور تجاویز فراہم کیں۔

پی کے ایم ٹی کی سال 2017-18 کی سرگرمیوں کا جائزہ

رحم نواز

پی کے ایم ٹی، ہری پور کے رکن رحم نواز نے 2017-18 کی سرگرمیوں کی رپورٹ پیش کیں۔ پی کے ایم ٹی کے تحت اس دورانیہ میں سرگرمیوں کی تفصیل درج ذیل ہیں:

- پی کے ایم ٹی کا دسواں سالانہ اجلاس 15، 16 اکتوبر، 2017 کو لوک ورثہ، اسلام آباد میں ’’خودمختار کسان خودمختار پاکستان! خوراک کی خودمختاری کے لیے پی کے ایم ٹی کی دس سالہ جدوجہد!‘‘ کے عنوان سے منعقد کیا گیا۔

- 16 اکتوبر، 2017 کو بھوک کے عالمی دن کے موقع پر اسلام آباد پریس کلب میں پریس کانفرنس کی گئی۔

- پی کے ایم ٹی یوتھ ونگ کا تشکیلی اجلاس 5، 6 مارچ، 2018 کو ''حقیقی جمہوریت صرف حقوق نہیں اختیار بھی'' کے عنوان سے لاہور میں منعقد ہوا جس میں تینوں صوبوں کے مختلف اضلاع سے نوجوانوں نے شرکت کی۔

- 8 مارچ، 2018 عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر ''بااختیار عورت: خودمختار معاشرہ'' کے عنوان سے ہری پور میں جلسہ منعقد کیا گیا۔

- سندھ کا صوبائی سالانہ اجلاس 6 مئی، 2018 کو ٹنڈو محمد خان میں منعقد ہوا۔

- بدین، سندھ میں 6 مئی، 2018 کو سامراجی پالیسیوں کے نتیجے میں جاری کارپوریٹ زراعت اور زمینی قبضے کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔

- پنجاب کا صوبائی سالانہ اجلاس 7 اکتوبر، 2018 کو لاہور میں منعقد ہوا۔

- 15 اکتوبر، 2018 کو گھوٹکی میں دیہی عورتوں کا عالمی دن منایا گیا۔

- خیبرپختونخوا کا صوبائی سالانہ اجلاس 16 اکتوبر، 2018 کو ہری پور میں منعقد ہوا۔

- 15 اکتوبر، 2018 کو دیہی عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر گھوٹکی، سندھ میں ایک جلسے کا اہتمام کیا گیا۔

- بھوک کے عالمی دن کے موقع پر ہری پور میں 16 اکتوبر، 2018 کو ایک ریلی نکالی گئی۔

- پی کے ایم ٹی کے تحت سندھ کے چھ، خیبرپختونخوا کے چار اور پنجاب کے چھ اضلاع میں ممبر سازی مہم چلائی گئی۔

- پی کے ایم ٹی کے ساؤ پروگرام بھی تینوں صوبوں کے اضلاع میں ہو رہے ہیں اور پیپ بھی تین صوبوں میں جاری ہیں۔

- گزشتہ سال پی کے ایم ٹی نے انتظامی امور پر مرکزی کور گروپ کی تین، سندھ کور گروپ کی تین، پنجاب کور گروپ کی دو اور کے پی کور گروپ کی تین میٹنگ منعقد کی گئیں۔

- پی کے ایم ٹی نے اپنا بیج بڑھانے کے لیے مختلف اضلاع میں مشترکہ اور انفرادی بیج بینک قائم کیے۔

- پی کے ایم ٹی کے تھیٹر گروپ پکار نے مختلف اضلاع میں ناٹک پیش کیے۔

- پی کے ایم ٹی کی جانب سے ہری پور، اوکاڑہ، گھوٹکی، شکار پور اور خیر پور میں صحافیوں کے ساتھ تربیتی پروگرام منعقد کیے گئے۔

- پی کے ایم ٹی نے لاہور ہائیکورٹ میں بیج کے ترمیمی قانون 2015 کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہوا ہے جو زیر سماعت ہے۔

پی کے ایم ٹی خبروں میں

ABC CERTIFIED باقاعده تصديق ٿيل

Daily Sindh Express

روزاني **سنڌ ايڪسپريس** حيدرآباد

نمبوار صحافت.....سنڌ سلامت

جلد: 7، شمارو: 34، جمع 30 مارچ 2018ع، بمطابق 12 رجب المرجب 1439ھ، صفحا: 12، قيمت: 20 روپيا

حيدرآباد ۾ پاڪستان ڪسان مزدور تحريڪ طرفان هارين کي زمين جي مالڪي جو حق ڏيڻ لاءِ احتجاج ڪيو پيو وڃي

هارين سان نا انصافين خلاف حيدرآباد ۾ مزدور تحريڪ جي ريلي

پاڪستان ۾ بي زمين هارين جي هڪ وڏي تعداد موجود آهي: علي نواز جلباڻي

زمينون وڏيرن وٽ آهن، ڪارپوريٽ نظام جي ڪري هاري تباهه ٿي ويا آهن: شريف

حيدرآباد (اسٽاف رپورٽر) پاڪستان مزدور تحريڪ سماجي تنظيم جي تعاون سان 29 مارچ جي بي زمين هارين جي عالمي ڏهاڙي جي حوالي سان حيدرآباد پريس ڪلب سامهون جاڳرتا ريلي ڪيئي، ريلي جي اڳواڻي پاڪستان ڪسان مزدور تحريڪ سنڌ جي صوبائي ڪوآرڊينيٽر علي نواز جلباڻي، محمد رمضان، محمد شريف، سليم ڪمار ۽ ٻين ڪئي. ان موقعي تي هنن چيو ته پاڪستان ۾ بي زمين هارين جي هڪ وڏي تعداد موجود آهي. پاڪستان ۾ 45 سيڪڙو زرعي زمينون وڏيرن ۽ سرمائيدارن وٽ آهن. انهن زمينن کي آباد ڪندڙ هاري اڄ به غربت ۽ مفلسي واري زندگي گذارڻ تي مجبور آهن. جنسن جي پيداوار ٿيڻ باوجود ڪير ٻياڪ هارن جي مرڻ جي حوالي سان پاڪستان سر فهرست آهي. هنن چيو ته ملڪ ۾ هاري ڀهريائين زمين جي غيرمنصفاڻي ورهاست، ڪارپوريٽ زراعت، عالمي سرمائيدار ملڪن جي جوڙ تي مڙهيل حڪومتي نيو لبرل پاليسين جي نتيجي ۾ استحصال ۽ محرومي جو شڪار آهن.

پشاور، ایبٹ آباد اور اسلام آباد سے بیک وقت شائع ہونے والا کثیر الاشاعت قومی روزنامہ

روشن کل کی ضمانت آج کا نصب العین

روزنامہ **آج** ایبٹ آباد پاکستان

ایڈیٹر عبدالواحد یوسفی

صفحات 8

جلد 22 بدھ 2 مئی 2018ء 15 شعبان 1439ھ قیمت 10 روپے شمارہ 190

فیکٹریوں کارخانوں میں مزدوروں کا استحصال جاری ہے

1886ء سے زیادہ آج مزدوروں کے بدترین حالات ہیں، 99 فیصد کارخانوں میں ٹھیکیداری نظام رائج ہے، مقررین کا ہری پور میں خطاب

حطار (نامہ نگار) اٹھارہ سو چھیاسی سے زیادہ آج مزدوروں کے بدترین حالات ہیں ننانوے فی صد کارخانوں میں ٹھیکیداری نظام کا راج ہے جاگیر دارانہ اور افسر شاہی کی وجہ سے غریب مزدوروں کا معاشی قتل عام جاری ہے اسلامی نظام کے نفاذ کے بغیر مزدوروں کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ لیبر ڈیپارٹمنٹ اور دیگر سرکاری محکموں کی ملی بھگت سے لیبر لاز کا جنازہ نکال دیا (باقی صفحہ 7 بقیہ نمبر 73)

بقیہ نمبر 73 **مزدور کنونشن**

گیا ہے چائیلڈ پروٹیکشن کا برا حال ہے۔ فیکٹری مالکان مزدوروں سے انتہائی کم اجرت پر آٹھ گھنٹے کے بجائے بارہ بارہ گھنٹے ڈیوٹی کرواتے ہیں اوور ٹائم کی پیمنٹ نہیں کرتے ای او بی آئی سوشل سیکیورٹی سمیت دیگر مراعات میسر نہیں حق داروں کی حق تلفی جاری ہے سیفٹی کا فقدان ہے حطار اسٹیٹ ورکروں کے قبرستان میں تبدیل ہو چکا ہے۔ گروپ انشورنس جیسی کمیشن گریجویٹی نہیں ملتی اور نہ ہی میم وجز ملتے ہیں ڈیوٹی کے دوران معذور ہو جانے والے ورکروں کو بغیر کسی نوٹس کے نوکری سے بے دخل کر دیا جاتا ہے عدالتوں میں چار سالوں سے ورکروں کے کیس لٹک رہے ہیں حطار لیبر کالونیوں کے کوارٹرز لاکھوں میں فروخت ہو رہے ہیں۔ ستر سالوں سے مزدور کے خون پسینے سے کھیلا جا رہا ہے۔ اپنے حقوق کی بات کرنے والوں کو راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے ان خیالات کا اظہار پاکستان کسان مزدور تحریک اور لیبر ویلفیئر سوسائٹی کے زیر اہتمام چار سو لیبر کالونی میں منعقدہ ورکر کنونشن سے مزدور لیڈر ملک فقیر محمد صدر کے پی کے، طارق محمود، ڈاکٹر اظہر، طلعت سعید صاحب، ہزارہ لیبر فیڈریشن کے چیئرمین میاں ظہور احمد، قاضی احمد نعیم قریشی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان، پاکستان کسان مزدور تحریک کے جنرل سیکرٹری ولی حیدر، راجہ طارق لیبر ویلفیئر و دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کیا

ہری پور، یکم مئی، پاکستان کسان مزدور تحریک اور لیبر ویلفیئر کی نکالی گئی ریلیاں

کراچی پریس کلب میں پاکستان کسان مزدور تحریک کے ولی حیدر و دیگر پریس کانفرنس کر رہے ہیں

ABC CERTIFIED باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت

لاہور، راولپنڈی/اسلام آباد، کراچی، پشاور، کوئٹہ، فیصل آباد اور گوجرانوالہ سے بیک وقت شائع ہونے والا قومی اخبار

Daily Nai Baat

روزنامہ **نئی بات** کراچی

چیف ایڈیٹر چوہدری عبدالرحمن

MC-1375

Wednesday 10 January 2018

بدھ 22 ربیع الثانی 1439ھ 10 جنوری 2018ء 28 پوہ 2074ب | صفحات 16 | قیمت 13 روپے | شمارہ 338 | جلد 6

www.naibaat.com e-mail: karachi@naibaat.com

پی کے ایم ٹی کے نئے رابطہ کاروں کا چناؤ

پی کے ایم ٹی کے آئین کے مطابق ہر دو سال بعد مرکزی، صوبائی اور ضلعی رابطہ کاروں کے عہدے کی مدت ختم ہو جاتی ہے اور سالانہ اجلاس کے موقع پر رابطہ کاروں کا اتفاق رائے سے دوبارہ چناؤ کیا جاتا ہے۔ مرکزی کور گروپ کے فیصلے اور سالانہ اجلاس میں موجود ارکان کی منظوری کے تحت موجودہ مرکزی اور صوبائی رابطہ کار اگلے دو سال تک پی کے ایم ٹی کے مرکزی اور صوبائی رابطہ کاروں کی حیثیت سے کام کرتے رہیں گے۔ ضلعی رابطہ کاروں کے چناؤ کے لیے پی کے ایم ٹی کے تمام اضلاع کے ارکان نے مشاورت کے بعد نئے ضلعی رابطہ کاروں کے نام پیش کیے۔ ضلع ہری پور سے خالد محمود، ساہیوال سے محمد یٰسین، ٹنڈو محمد خان سے نور احمد، دیر سے ولی رحمان، ملتان سے محمد صابر، گھوٹکی سے عبد الرحیم، خیر پور سے نظر حسین، شکار پور سے برکت علی، راجن پور سے عبدالغفار، پشاور سے شہزاد بیگ، مانسہرہ سے سعد گل رابطہ کار منتخب ہوئے جبکہ بدین سے محمد اقبال کو عبوری رابطہ کار منتخب کیا گیا۔ جنرل اسمبلی نے مرکزی اور صوبائی رابطہ کاروں کے اگلے دو سال تک اپنے عہدے پر برقرار رہنے اور نئے ضلعی رابطہ کاروں کے انتخاب کی متفقہ طور پر منظوری دی۔ علی اکبر بھائی نے تمام رابطہ کاروں سے حلف لیا جس کے بعد نومنتخب رابطہ کاروں

نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ صوبائی رابطہ کار سندھ علی نواز جلبانی بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے۔

منتخب ہونے کے بعد مرکزی رابطہ کار اور صوبائی رابطہ کاروں کے خیالات

الطاف حسین، مرکزی رابطہ کار

پی کے ایم ٹی آئین کے مطابق ہمیں دو سال کے لیے دوبارہ منتخب کیا گیا ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کریں اور جو کوتاہیاں پہلے ہوچکی ہیں وہ دوبارہ نہ ہوں۔ تحریک کو مزید آگے لے جانے کی ہم بھرپور کوشش کریں گے۔ امید ہے تمام منتخب ہونے والے ساتھی بھی پوری طرح سے اپنی ذمہ داریاں ادا کریں گے۔ پی کے ایم ٹی میں عورتوں کی شمولیت کے لیے بھی بھرپور کوشش کی جائے گی اور پی کے ایم ٹی ارکان سے مضبوط رابطہ کاری کی کوشش کروں گا۔

مقصود احمد، صوبائی رابطہ کار، پنجاب

ہمارا صوبہ پنجاب بڑا ہے اس لیے مجھ پر ذمہ داری بھی بڑی ہے، پہلے جو کام نہ کرسکا اب کوشش ہوگی انہیں مکمل کروں جو کچھ سیکھا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا، ممبر شپ بڑھانے کے لیے بھی کوشش جاری ہے۔ عورتوں میں کام کرنے اور دیگر کاموں میں مشکلات بھی ہیں، کوشش کریں گے کہ تحریک کو آگے لے کر جائیں۔

فیاض احمد، صوبائی رابطہ کار، کے پی

سب ساتھیوں کا شکریہ جنھوں نے مجھ پر اعتماد کیا۔ میں کوشش کروں گا کہ پہلے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں وہ دوبارہ نہ ہوں۔ پہلے بھی بہتر کام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ہم یقیناً جوابدہ ہیں اور اپنی غلطی بھی مانتے ہیں کیوں کہ اس سے ہماری تربیت ہوتی ہے۔ پی کے ایم ٹی، ہری پور کی ٹیم بھی میری مدد کرتی ہے،

پشاور، مانسہرہ اور دیر کی ٹیم بھی کافی اچھی ہیں اور یہ ٹیمیں میرے بازو ہیں۔عورتوں کے حوالے سے کام بڑھانے کی کوشش ہے۔

اختتامی کلمات

مقصود احمد، محمد فیاض

اختتامی کلمات میں پی کے ایم ٹی خیبرپختونخوا کے رابطہ کار محمد فیاض اور پی کے ایم ٹی پنجاب کے رابطہ کار مقصود احمد نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس امید کا اظہار کیا کہ تمام منتخب ارکان ساؤ اور دیگر پروگرام وقت پر منعقد کریں گے اور کور گروپ میں اپنی ذمہ داری بھرپور طریقے سے ادا کریں گے، تمام ساتھی واپس جاکر اپنے اضلاع میں کام کو بڑھانے کا آغاز کریں گے۔

پاکستان کسان مزدور تحریک

پاکستان میں سرمایہ دارانہ زراعت کی یلغار: کسان تحریکوں کی ذمہ داری

گیارہواں سالانہ اجلاس، 29-28 دسمبر، 2018

رینیول سنیٹر، لاہور

پہلا دن: 28 دسمبر، 2018

وقت	موضوع	مقررین	شعبہ/تعلق
08:30-09:00	رجسٹریشن		
09:00-09:10	افتتاحی کلمات	الطاف حسین	قومی رابطہ کار، پی کے ایم ٹی
09:10-09:35	ناٹک	پکار تھیٹر گروپ	پی کے ایم ٹی
09:35-09:50	کلیدی خطاب	روبینہ سہگل	دانشور
09:50-10:05	کلیدی خطاب	ڈاکٹر مبارک علی	دانشور
پہلا سیشن: بدلتا ہوا عالمی منظرنامہ اور پی کے ایم ٹی کا نقطہ نظر			
10:05-10:25	دنیا کے بدلتے ہوئے سیاسی اور معاشی حالات	عذرا طلعت سعید	روٹس فار ایکوٹی
10:25-10:40	پاکستانی معیشت کی تیزی سے تباہی اور اس کی وجوہات	طارق محمود	پی کے ایم ٹی ممبر
10:40-10:55	سی پیک اور دیگر بڑے منصوبوں کے عوام پر اثرات	راجہ مجیب	پی کے ایم ٹی ممبر

10:55-11:15	سوال و جواب	مقررین	
11:15-11:40	چائے کا وقفہ		
دوسرا سیشن: پاکستان کی موجودہ زرعی پالیسی سازی: عوامی اثرات اور ردعمل			
11:40-11:55	پاکستان میں سرمایہ دارنہ زراعت کا فروغ؛ ایک عالمی سازش	آصف خان	پی کے ایم ٹی ممبر
11:55-12:10	ساہیوال کول پاور پلانٹ اور اسکے اثرات	محمد زمان	پی کے ایم ٹی ممبر
12:10-12:25	پاکستان میں پانی کا شدید بحران اور اس کے مضمرات	جنید احمد	روٹس فار ایکوٹی
12:25-12:40	سوال جواب	مقررین	
12:40-02:00	کھانے کا وقفہ		
تیسرا سیشن: خوراک کی خودمختاری کی جدو جہد میں نوجوانوں کا کردار			
02:00-02:30	ناٹک	پکار تھیٹر گروپ	پی کے ایم ٹی
02:30-02:45	دیہی نوجوانوں عورت کے مسائل	زریت خاتون	پی کے ایم ٹی ممبر
02:45-03:00	نوجوانوں کا سیاست میں کردار	امام دین	پی کے ایم ٹی ممبر
03:00-03:15	منظّم نوجوانوں کی ضرورت	نعمان شاہ	پی کے ایم ٹی ممبر
03:15-03:30	پدرشاہی اور نوجوان عورتیں	روپ کنول	پی کے ایم ٹی ممبر
03:30-03:45	سوال جواب	مقررین	
03:45-04:00	چائے کا وقفہ		

چوتھا سیشن: کسانوں کے خیالات اور تبصرے			
04:00-04:30	بول کہ لب آزاد ہیں تیرے		
04:30-05:00	استحصال اور جبر کا خاتمہ کیونکر ممکن؟ ایک انقلابی مزاحمتی تحریک کی ضرورت	ولی حیدر	روٹس/ پی کے ایم ٹی
08:00-10:00 (رات)	پاکستان کسان مزدور تحریک یکجہتی محفل		

دوسرا دن: 29 دسمبر، 2018

وقت	موضوع	مقرر	شعبہ/تعلق
08:00-08:45	دیسی بیجوں کی نمائش اور تبادلہ خیال	پی کے ایم ٹی سیڈ کمیٹی	
08:45-09:15	کسان کا حق: بیج کی خود مختاری دیسی بیجوں کی نمائش: دیسی بیج کے لیے اقدامات	بختیار زیب نوید احمد	روٹس فار ایکوٹی پی کے ایم ٹی
09:15-09:35	پی کے ایم ٹی سال 2017-18 کی سرگرمیوں کا جائزہ	رحم نواز	پی کے ایم ٹی
09:35-09:50	نئے صوبائی اور قومی رابطہ کار: مشاورت	کور گروپ ممبران	
09:50-10:15	چائے کا وقفہ		
10:15-11:00	ضلعی رابطہ کار کے چناؤ کے لیے صوبائی سطح کا مشاورتی عمل		

11:00-11:20	نئے ضلعی رابطہ کار چناؤ		
11:20-11:40	حلف برادری		
11:40-12:05	نومنتخب مرکزی،صوبائی رابطہ کاروں کا اظہار خیال		
12:05-12:10	اختتامی کلمات	فیاض احمد، مقصود احمد	صوبائی رابطہ کار کے پی، پنجاب
12:10-01:00	مرکزی کور گروپ میٹنگ		

پی کے ایم ٹی خیر پور کے ممبران ٹیبلو پیش کرتے ہوئے

روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity)

اے ۔ 1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی

فون: 00922134813320 فیکس: 00922134813321

بلاگ: rootsforequity.noblogs.org